خلافت لائبریری ربوہ

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

(ایڈیٹر)
نصر اللہ خاں ناصر

دسمبر ۱۹۹۸ء

"ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے"

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے۔ اور ان کو شکر کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو۔ تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو۔ تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۰۷ تا ۱۱۷)

پبلشر:-
پرنٹر:-
مطبع:-
مقام اش

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

فتح ۱۳۷۷ ہش
دسمبر ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:- قاضی منیر احمد
مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

اس شمارہ میں

شرح چندہ

پاکستان ـــــــ ساٹھ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ـــــــ چھ روپے

اداریہ

O

رمضان المبارک بڑی عظمت و شان رکھنے والا مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس کی برکات سارے بنی نوع انسان پر حاوی ہیں خواہ اس کی برکات سے براہ راست کوئی حصہ لینے والا نہ بھی ہو پھر بھی وہ اس کی برکات سے کسی نہ کسی رنگ میں استفادہ کرتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ جو یہ مبارک موقع پاتے ہیں اور اپنے اندر ایک عظیم اخلاقی وروحانی انقلاب برپا کرتے ہیں۔

رمضان المبارک کالمحہ لمحہ‘ اس کا اول و آخر موجب رحمت ہے۔ ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا پہلا عشرہ رحمت‘ دوسرا عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ کا موجب ہے۔ یعنی رمضان المبارک کی ابتدا عبادات روزہ اور دیگر لوازمات عبادت کے ساتھ انسان کے لئے سراسر رحمت قرار پاتا ہے۔ اور جب انسان عبادات کی انتہا کو پہنچتا ہے۔ تو وہی اس کے لئے بخشش و مغفرت کا موجب بنتا ہے اور آخری عشرہ میں جب صاحب ایمان اپنے تئیں عبادات کی معراج تک پہنچاتا ہے تو وہ محبت الٰہی میں فنا ہو کر ہر قسم کی منفی تحریکات اور گناہوں سے آزادی حاصل کرلیتا ہے اسی مضمون کو ایک اور ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضح کرتا ہے کہ جب ایک بندہ سچے اور پختہ ایمان اور محاسبہ کے ساتھ روزہ اور دیگر عبادات کا التزام کرتا ہے۔ تو غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ کی نوید پاتا ہے گویا کہ اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ اور اس طرح وہ ایک نیا جنم لیتا ہے اور معصوم قرار پاتا ہے۔

روزہ کی بنیادی غرض حصول تقویٰ ہے۔ جسے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نیکی کی جڑ قرار دیا ہے۔ اور اسی پر اعمال صالحہ کا درخت نشوونما پاتا ہے۔ یہی سفر آخرت کے لئے زاد راہ ہے اور یہ مبارک مہینہ دامے درمے قدمے سخنے ایسے مواقع مہیا کرتا ہے کہ جن سے یہ زاد راہ حاصل ہوتا ہے۔

یہ مبارک مہینہ صرف تربیت نفس کے لئے ریفریشر کورس ہی نہیں بلکہ قومی اور اجتماعی سطح پر امن و سلامتی کا پیامبر ہے ایک روزہ دار اپنے قول و فعل سے شر و فساد کے مقابل پر اِنِّیْ صَائِمٌ سے اپنے صبر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ہر قسم کی برائیوں اور ان کے محرکات سے بچتا ہے۔ رذائل سے اپنے تئیں محفوظ رکھتا ہے۔ صدقات و خیرات اور مالی قربانیوں سے محروموں اور ضرورتمندوں کو فائدہ پہنچاتا ہے تو معاشرہ یقیناً صلح و امن اور

محبت و اخوت سے متصف ہوتا ہے۔ اب رمضان المبارک کی آمد آمد ہے۔ سال کے بعد یہ ایام بہار ہمیں نصیب ہورہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان مبارک ساعتوں سے پوری طرح متمتع ہونے کی توفیق دے۔ آمین۔

○ ○

اس سال رمضان المبارک کے ساتھ ہی جلسہ سالانہ کے مبارک ایام بھی آرہے ہیں یہ ہر دو مواقع اپنے مقاصد کے اعتبار سے باہمی اشتراک رکھتے ہیں۔ دعائیں عبادات قال اللہ اور قال الرسول کا شغف اور دینی امور میں مصروف دن' باہمی محبت و اخوت اور ہمدردی کے آئینہ دار ہیں۔ اس جلسہ کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ ...... پر بنیاد ہے۔ آج یہ جلسہ ایک عالمگیر حیثیت اختیار کرگیا ہے قریہ قریہ' شہر شہر اکناف عالم میں اس کا انعقاد ہو رہا ہے پس آنے والے ان مبارک ایام کا تقاضا ہے۔ کہ ہم عبادات' دعاؤں اور دینی اشغال میں ہمہ تن مصروف رہیں۔

○ ○ ○

ان برکتوں کے ساتھ ایک اور برکت ایک عظیم الہٰی تحریک "وقف جدید" کے مالی سال سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ تحریک جس کی ابتداپاکستان سے ہوئی اور اب اس کی عالم گیر حیثیت ہے اس کا بنیادی مقصد قریہ قریہ' بستی بستی رشد و اصلاح ہے اس کا مالی پہلو اس تناظر میں نہایت توجہ طلب ہے کہ اس تحریک کی بنیاد رکھتے ہوئے حضرت خلیفتہ المسیح الثانی المصلح الموعود........ نے فرمایا تھا۔

"میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں کپڑے بیچنے پڑیں میں اس فرض کو تب بھی پورا کروں گا۔ اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے تو خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کردے گا۔ جو میرا ساتھ نہیں دے رہے اور میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اتارے گا"

حضرت المصلح الموعود...... کے اس ارشاد سے تحریک "وقف جدید" کی اہمیت واضح ہے۔ جب یہ جذبہ اور تڑپ حضرت المصلح الموعود...... کے دل میں ہے۔ تو راہ خدا میں کیوں نہ ہر احمدی اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو گا۔ آیئے ان مبارک ایام میں وقف جدید کی مالی قربانی کو بلند معیار تک لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے آمین۔

امام الکلام

جلسہ سالانہ کے مقاصد عالیہ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے۔ اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ دینی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی۔ اور چونکہ ہر ایک کے لئے بباعث ضعف فطرت یا کمی مقدرت یا بُعدِ مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے۔ کیونکہ اکثر دلوں میں ابھی ایسا اشتعال شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں۔ لہٰذا قرینِ مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں.........."

"اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔"

اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے۔ وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے۔ اور روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا۔ اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائے گا۔ اس جلسہ میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جائے گی" (آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۵۱-۳۵۲)

کلام الامام

روزہ کی حقیقت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل...... فرماتے ہیں:

"روزہ کی حقیقت کہ اس سے نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے اور انسان متقی بن جاتا ہے۔ اس سے پیشتر کے رکوع میں رمضان شریف کے متعلق یہ بات مذکور ہے کہ انسان کو جو ضرورتیں پیش آتی ہیں ان میں سے بعض تو شخصی ہوتی ہیں اور بعض نوعی اور بقائے نسل کی شخصی ضرورتوں میں جیسے کھانا پینا ہے اور نوعی ضرورت جیسے نسل کے لئے بیوی سے تعلق۔ ان دونوں قسم کی طبعی ضرورتوں پر قدرت حاصل کرنے کی راہ روزہ سکھاتا ہے اور اس کی حقیقت یہی ہے کہ انسان متقی بننا سیکھ لیوے۔ آجکل تو دن چھوٹے ہیں۔ سردی کا موسم ہے اور ماہ رمضان بہت آسانی سے گذرا مگر گرمی میں جو لوگ روزہ رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بھوک پیاس کا کیا حال ہوتا ہے اور جوانوں کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ان کو بیوی کی (بیویوں کی) کس قدر ضرورت پیش آتی ہے۔ جب گرمی کے موسم میں انسان کو پیاس لگتی ہے۔ ہونٹ خشک ہوتے ہیں۔ گھر میں دودھ 'برف' مزہ دار شربت موجود ہیں مگر ایک روزہ دار ان کو نہیں پیتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے مولا کریم کی اجازت نہیں کہ ان کو استعمال کرے۔ بھوک لگتی ہے ہر ایک قسم کی نعمت زردہ 'پلاؤ' قورمہ' فرنی وغیرہ گھر میں موجود ہیں اگر نہ ہوں تو ایک آن میں اشارہ سے تیار ہو سکتے ہیں مگر روزہ دار ان کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ اس کے مولیٰ کریم کی اجازت نہیں۔ شہوت کے زور سے پٹھے پھٹے جاتے ہیں...... بیوی بھی حسین' نوجوان اور صحیح القویٰ موجود ہے مگر روزہ دار اس کے نزدیک نہیں جاتا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر جاؤں گا تو خدا تعالیٰ ناراض ہو گا۔ اس کی عدول حکمی ہو گی۔ ان باتوں سے روزہ کی حقیقت ظاہر ہے کہ جب انسان اپنے نفس پر یہ تسلط پیدا کر لیتا ہے کہ گھر میں اس کی ضرورت اور استعمال کی چیزیں موجود ہیں مگر اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے وہ حسب تقاضائے نفس ان کو استعمال نہیں کرتا تو جو اشیاء اس کو میسر نہیں ان کی طرف نفس کو کیوں راغب ہونے دے گا۔ رمضان شریف کے مہینہ کی بڑی بھاری تعلیم یہ ہے کہ کیسی ہی شدید ضرورتیں کیوں نہ ہوں مگر خدا کا ماننے والا خدا ہی کی رضامندی کے لئے ان سب پر پانی پھیر دیتا ہے......"

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۳۰۲۔۳۰۳)

عربی منظوم کلام

اِنَّ الْمَحَبَّةَ خُمِّرَتْ فِیْ مُھْجَتِیْ وَ اَرَی الْوِدَادَ یَلُوْحُ فِیْ اَھْبَائِیِ

یقیناً محبت میری روح میں خمیر کر دی گئی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ محبت میرے تمام ذرات وجود میں چمک رہی ہے

اِنِّی شَرِبْتُ کُئُوْسَ مَوْتٍ لِّلْھُدیٰ فَوَجَدْتُ بَعْدَ الْمَوْتِ عَیْنَ بَقَاءِ

میں نے ہدایت کی خاطر موت کے پیالے پیئے۔ پس موت کے بعد میں نے بقا کا چشمہ پا لیا

اِنِّیْ اُذِبْتُ مِنَ الْوِدَادِ وَ نَارِہٖ فَاَرَی الْغُرُوْبَ تَسِیْلُ مِنْ اِھْرَائِیْ

میں محبت اور اس کی آگ سے پگھلایا گیا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے آنسو گداز ہو جانے کی وجہ سے رواں ہیں

اَلدَّمْعُ یَجْرِیْ کَالسُّیُوْلِ صَبَابَۃً وَالْقَلْبُ یُشْویٰ مِنْ خَیَالِ لِقَاءِ

عشق کی وجہ سے آنسو سیلابوں کی طرح رواں ہیں اور دل ملاقات کے خیال سے بریاں ہے

وَ اَرَی الْوِدَادَ اَنَارَ بَاطِنَ بَاطِنِیْ وَ اَرَی التَّعَشُّقَ لَاحَ فِیْ سِیْمَائِیْ

اور میں دیکھتا ہوں کہ محبت نے میرے باطن کی گہرائی کو روشن کر دیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ عشق میرے چہرے پر نمودار ہے

اَلْخَلْقُ یَبْغُوْنَ الَذَاذَۃَ فِی الْھَویٰ وَوَجَدْتُّھَا فِیْ حُرْقَۃٍ وَّصَلَاءِ

لوگ تو حرص و ہوا میں لذت تلاش کرتے ہیں اور میں نے اسے پایا ہے سوزش اور جلنے میں

اَللّٰہُ مَقْصِدُ مُھْجَتِیْ وَ اُرِیْدُہٗ فِیْ کُلِّ رَشْحِ الْقَلَمِ وَ الْاِمْلَاءِ

اللہ میری جان کا مقصود ہے اور میں اسی کو چاہتا ہوں قلم کے ہر قطرہ (روشنائی) اور ہر املاء میں

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۸)

فارسی منظوم کلام

بترسید از خدائے بے نیاز و سخت قہارے　　　نہ پندارم کہ بد بیند خدا ترسے نکوکارے

لوگو! بے نیاز اور قہار خدا سے ڈرو میں نہیں سمجھتا کہ متقی اور نیک آدمی کبھی نقصان اٹھاتا ہو

مرا باور نمی آید کہ رسوا گردد آں مردے　　　کہ می ترسد ازاں یارے کہ غفار ست وستّارے

یقین نہیں آتا کہ وہ شخص کبھی رسوا ہو۔ جو اس سے ڈرتا ہے جو غفار و ستار ہے۔

گر آں چیزے کہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے　　　زِ دنیا توبہ کردندے بچشمِ زار و خونبارے

اگر وہ چیز جسے میں دیکھ رہا ہوں دوست بھی دیکھتے۔ تو دنیا سے رو رو کر توبہ کرتے

خورِ تاباں سیہ گشت است از بدکارئ مردم　　　زمیں طاعوں ہمی آرد پئے تخویف و اندارے

لوگوں کی بدکاریوں کی وجہ سے چمکتا ہوا سورج بھی سیاہ ہو گیا اور زمین بھی ڈرانے اور دھمکانے کی خاطر طاعون پیدا کر رہی ہے۔

بہ تشویش قیامت ماند ایں تشویش گر بینی　　　علاجے نیست بہرِ دفعِ آں جز حُسنِ کردارے

یہ مصیبت قیامت کی مصیبت کی طرح ہے اگر تو غور سے دیکھے اور اس کے دور کرنے کا علاج سوائے نیک اعمال کے اور کچھ نہیں

نشاید تافتن سرزاں جنابِ عزت و غیرت　　　کہ گر خواہد کشد دریکدمے چوں کرم بیکارے

اس عزت اور غیرت والی بارگاہ سے سرکشی نہیں کرنی چاہئے اگر وہ چاہے تو ایکدم میں کیڑے کی طرح تجھے فنا کر دے

من از ہمدردی ات گفتم تو خود ہم فکر کن بارے　　　خرد از بہرِ ایں روز است اے دانا و ہشیارے

میں نے ہمدردی سے تجھے یہ بات کہی ہے اب تو آپ بھی غور کر لے اے دانا اور سمجھ دار انسان عقل اسی دن کے لئے ہوا کرتی ہے

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۶۳)

روزہ کی افادیت، حکمت اور فلسفہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... کی نہایت دلکش تفسیر

نوٹ: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... نے سورۃ البقرہ کی آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ..... لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے روزہ کی افادیت، حکمت اور فلسفہ کو بیان فرمایا ہے۔ جس کا کچھ حصہ افادہ۔ احباب کے لئے دیا جا رہا ہے۔

"آجکل کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ بڑھاپا یا ضعف آتے ہی اس وجہ سے ہیں کہ انسان کے جسم میں زائد مواد جمع ہو جاتے ہیں اور ان سے بیماری یا موت پیدا ہوتی ہے۔ بعض نادان تو اس خیال میں اس حد تک ترقی کر گئے ہیں کہ کہتے ہیں جس دن ہم زائد مواد کو فنا کرنے میں کامیاب ہو گئے اس دن موت بھی دنیا سے اٹھ جائیگی۔ یہ خیال اگرچہ احمقانہ ہے تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تھکان اور کمزوری وغیرہ جسم میں زائد مواد جمع ہونے ہی سے پیدا ہوتی ہے اور روزہ اس کے لئے بہت مفید ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ صحت کی حالت میں جب روزے رکھے جائیں تو دوران رمضان میں بے شک کچھ کوفت محسوس ہوتی ہے مگر رمضان کے بعد جسم میں ایک نئی قوت اور تروتازگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یہ فائدہ تو صحت جسمانی کے لحاظ سے ہے مگر روحانی لحاظ سے اس کا یہ فائدہ ہے کہ جو لوگ روزے رکھتے ہیں خدا تعالیٰ انکی حفاظت کا وعدہ کرتا ہے اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد خدا تعالیٰ نے دعاؤں کی قبولیت کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں اور ان کی دعاؤں کو سنتا ہوں۔ پس روزے خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والی چیزیں ہیں اور روزے رکھنے والا خدا تعالیٰ کو اپنی ڈھال بنالیتا ہے جو اسے ہر قسم کے دکھوں اور شروروں سے محفوظ رکھتا ہے۔

پھر روزے کے ذریعہ دکھوں سے انسان اس طرح بھی بچتا ہے کہ (۱) جب وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے لئے تکلیف میں ڈالتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے گناہوں کی سزا سے اسے بچالیتا ہے۔ (۲) جب وہ فاقے رہ کر بھوک کی تکلیف محسوس کرتا ہے تو اپنے غریب بھائیوں کی خبرگیری کرتا ہے اور ان کا ہلاکت سے بچنا خود اسے بھی ہلاکت سے بچالیتا ہے کیونکہ بعض افراد قوم کے بچنے سے آخر ساری قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے دنوں میں بہت کثرت سے صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ

رمضان کے دنوں میں آپ تیز چلنے والی آندھی کی طرح صدقہ کیا کرتے تھے اور در حقیقت یہ قومی ترقی کا ایک بہت بڑا گر ہے کہ انسان اپنی چیزوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ تمام قسم کی تباہیاں اسی وقت آتی ہیں جب کسی قوم کے افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ ان کی چیزیں انہی کی ہیں دوسروں کا ان میں کوئی حق نہیں اور ان سے فائدہ اٹھانے کا حق انہی کو ہے جن کو وہ چیزیں دی گئی ہیں۔ دنیا کے نظام کی بنیاد اس اصل پر ہے کہ میری چیز دوسرا استعمال کرے۔ اور رمضان اس کی عادت ڈالتا ہے۔ روپیہ ہمارا ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں ہماری ہیں۔ مگر حکم یہ ہے کہ دوسروں کو ان سے فائدہ پہنچاؤ اور کھلاؤ کیونکہ اس سے دنیا کے تمدن کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ پھر روزوں کے ذریعہ انسان ہلاکت سے اسطرح بھی محفوظ رہتا ہے کہ روزے انسان کے اندر مشقت برداشت کرنے کا مادہ پیدا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے کے عادی ہوں وہ مشکلات کے آنے پر ہمت نہیں ہارتے بلکہ دلیری سے انکا مقابلہ کرتے اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

دنیاوی گورنمنٹوں میں بھی ایک ریزرو فوج ہوتی ہے۔ جو سال میں ایک یا دو مہینے کام کرتی ہے اور جب جنگ کا موقعہ آتا ہے تو چونکہ اس کو مشق کروائی ہوئی ہوتی ہے اس لئے فوراً اسے بلوا لیا جاتا ہے۔ چونکہ عام طور پر تمام مسلمان بارہ مہینے روزے نہیں رکھتے اور نہ ہی تہجد پڑھتے ہیں اس لئے رمضان میں خصوصیت کے ساتھ ہدایت فرمادی کہ تمام مسلمان اس ماہ میں روزوں کی مشق کریں جس طرح وہ فوج جو مشق کرتی رہتی ہے دشمن کی فوج سے شکست نہیں کھاتی اسی طرح جس قوم کے لوگ متقی اور نیک ہوتے ہیں اور جو خدا تعالیٰ کے لئے ہر ایک چیز کو چھوڑنے والے ہوتے ہیں شیطان کی مجال نہیں ہوتی کہ ان کو زک دے سکے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک تمام مسلمان روحانی سپاہی تھے شیطان نے ان پر کوئی حملہ نہیں کیا لیکن جب خال خال رہ گئے تو اس وقت ان پر حملہ کیا گیا۔ اور شیطان نے ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر ان کو تباہ کر دیا۔

پس روزے قوم میں قربانی کی عادت پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ دین کی خدمت کے لئے بالعموم مومنوں کو گھروں سے نکلنا پڑتا ہے۔ اور تبلیغی جہاد میں کھانے پینے کی تکالیف کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غربا کو تو ایسی تکلیف برداشت کرنے کی عادت ہوتی ہے مگر امراء کو اس کی عادت نہیں ہوتی۔ پس روزوں کے ذریعہ ان کو بھی بھوک اور پیاس کی برداشت کی مشق کرائی جاتی ہے تا کہ جس دن خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے کہ آؤ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں بغیر کسی قسم کا بوجھ محسوس کئے اپنے آپ کو پیش کر دیں۔ ....

پس روزوں کا یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے کہ اس کے ذریعہ انسان کو نیکی کے لئے مشقت برداشت کرنے کی

عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان دنیا میں کئی قسم کے کام کرتا ہے۔ وہ محنت و مشقت بھی کرتا ہے۔ وہ آوارگی بھی کرتا ہے۔ وہ ادھر ادھر بھی پھرتا ہے وہ گپیں بھی ہانکتا ہے۔ بالکل فارغ نہ انسانی دماغ رہتا ہے۔ نہ اسکا جسم۔ کچھ نہ کچھ کام انسان ضرور کرتا رہتا ہے۔ مگر بعض لغو کام ہوتے ہیں۔ بعض مضر اور بعض مفید اور بعض بہت ہی اچھے لیکن رمضان انسان کو ایک ایسے کام کی عادت ڈالتا ہے جس کے نتیجہ میں اسے نیک کاموں میں مشقت برداشت کرنے کی عادت ہو جاتی ہے۔ انسانی زندگی کی راحت اور آرام کی چیزیں کیا ہوتی ہیں۔ یہی کھانا پینا سونا اور جنسی تعلقات۔ تمدن کا اعلیٰ نمونہ جنسی تعلقات ہیں۔ جن میں دوستوں سے ملنا اور عزیزوں سے تعلقات رکھنا بھی شامل ہے۔ مگر جنسی تعلقات میں سب سے زیادہ قریبی تعلق میاں بیوی کا ہے۔ پس انسانی آرام انہی چند باتوں میں مضمر ہے کہ وہ کھاتا ہے۔ وہ پیتا ہے۔ وہ سوتا ہے۔ اور وہ جنسی تعلقات قائم رکھتا ہے۔ کسی صوفی نے کہا ہے کہ تصوف کی جان کم بولنا۔ کم کھانا اور کم سونا ہے اور رمضان اس تصوف کی ساری جان کا نچوڑ اپنے اندر رکھتا ہے کم سونا آپ ہی اس میں آجاتا ہے۔ کیونکہ رات کو تہجد کے لئے اٹھنا پڑتا ہے۔ کم کھانا بھی ظاہر بات ہے کیونکہ سارا دن فاقہ کرنا پڑتا ہے۔ اور جنسی تعلقات کی کمی بھی ظاہر ہے پھر کم بولنا بھی رمضان میں آجاتا ہے۔ اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا۔ روزہ یہ نہیں کہ انسان اپنا منہ کھانے پینے سے بند رکھے بلکہ روزہ یہ ہے کہ تو لغو باتیں بھی نہ کرے۔ پس روزہ دار کے لئے بے ہودہ باتوں سے بچنا لڑائی جھگڑے سے بچنا اور اسی طرح کی اور لغو باتوں سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح کم بولنا بھی رمضان میں آگیا۔ گویا کم کھانا۔ کم بولنا۔ کم سونا اور جنسی تعلقات کم کرنا یہ چاروں باتیں رمضان میں آگئیں۔ اور یہ چاروں چیزیں نہایت ہی اہم ہیں۔ اور انسانی زندگی کا ان سے گہرا تعلق ہے۔ پس جب ایک روزہ دار ان چاروں آرام و آسائش کے سامانوں میں کمی کرتا ہے تو اس میں مشقت برداشت کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زندگی کے ہر دور میں مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرتا اور کامیابی حاصل کرتا ہے۔

پھر لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ میں ایک اور فائدہ یہ بتایا کہ روزہ رکھنے والا برائیوں اور بدیوں سے بچ جاتا ہے۔ اور یہ غرض اس طرح پوری ہوتی ہے کہ دنیا سے انقطاع کی وجہ سے انسان کی روحانی نظر تیز ہو جاتی ہے اور وہ ان عیوب کو دیکھ لیتا ہے جو اسے پہلے نظر نہ آتے تھے۔ اسی طرح گناہوں سے انسان اس طرح بھی بچ جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روزہ اس چیز کا نام نہیں کہ کوئی شخص اپنا منہ بند رکھے اور سارا دن نہ کچھ کھائے اور نہ پئے بلکہ روزہ یہ ہے کہ مونہہ کو کھانے پینے سے ہی نہ روکا جائے بلکہ اسے ہر

روحانی نقصان دہ اور ضرر رساں چیز سے بھی بچایا جائے۔ نہ جھوٹ بولا جائے نہ گالیاں دی جائیں۔ نہ غیبت کی جائے۔ نہ جھگڑا کیا جائے۔ اب دیکھو زبان پر قابو رکھنے کا حکم تو ہمیشہ کے لئے ہے لیکن روزہ دار خاص طور پر اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسکا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایک مہینہ تک اپنی زبان پر قابو رکھتا ہے تو یہ امر باقی گیارہ مہینوں میں بھی اس کے لئے حفاظت کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور اسطرح روزہ اسے ہمیشہ کے لئے گناہوں سے بچالیتا ہے۔

پھر لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں روزوں کا ایک اور فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں تقویٰ پر ثبات قدم حاصل ہوتا ہے اور انسان کو روحانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ روزوں کے نتیجہ میں صرف امراء ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کرتے بلکہ غربا بھی اپنے اندر ایک نیا روحانی انقلاب محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے وصال سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ غربا بیچارے سارا سال تنگی سے گذارہ کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ انہیں کئی کئی فاقے بھی آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے ذریعہ انہیں توجہ دلائی ہے کہ وہ ان فاقوں سے بھی ثواب حاصل کرسکتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے لئے فاقوں کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ حدیث میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلصَّوْمُ لِیْ وَ اَنَا اُجْزٰی بِہٖ یعنی ساری نیکیوں کے فوائد اور ثواب الگ الگ ہیں لیکن روزہ کی جزا خود میری ذات ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ملنے کے بعد انسان کو اور کیا چاہئے۔ غرض روزوں کے ذریعہ غرباء کو یہ نکتہ بتایا گیا ہے کہ ان تنگیوں پر بھی اگر وہ بے صبر اور ناشکرے نہ ہوں اور حرف شکایت زبان پر نہ لائیں جیسا کہ بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کیا دیا ہے کہ نمازیں پڑھیں اور روزے رکھیں تو یہی فاقے ان کے لئے نیکیاں بن جائیں گی۔ اور ان کا بدلہ خود خدا تعالیٰ ہو جائیگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے روزوں کو غربا کے لئے تسکین کا موجب بنایا ہے تاکہ وہ مایوس نہ ہوں اور یہ نہ کہیں کہ ہماری فقروفاقہ کی زندگی کس کام کی۔ اللہ تعالیٰ نے روزہ میں انہیں یہ گر بتایا ہے کہ اگر وہ اس فقروفاقہ کی زندگی کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق گزاریں تو یہی انہیں خدا تعالیٰ سے ملا سکتی ہے۔ دنیا میں اس قدر لوگ امیر نہیں جتنے غریب ہیں اور تمام دینی سلسلوں کی ابتداء بھی غرباء سے ہی ہوئی ہے اور انتہا بھی غرباء پر ہی ہوئی۔ بلکہ قریباً تمام انبیاء بھی غرباء میں سے ہی ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی بڑے آدمی نہ تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی بڑے آدمی نہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بھی کوئی امیر کبیر نہ تھے۔ آپکی جائیداد کی قیمت قادیان کے ترقی کرنے کے باعث بڑھ گئی۔ ورنہ اس کی قیمت خود آپ نے دس ہزار روپیہ لگائی تھی۔ اور اتنی مالیت کی جائیداد

سے کونسی بڑی آمد ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام بھی بڑے آدمی نہ تھے۔ اگرچہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ بعد میں بڑا بنا دیتا ہے لیکن یہ سب کچھ بعد میں فضل کے طور پر ہوا۔ ابتداء میں تمام سلسلوں کے بانی غریب ہی ہوئے امراء اور بادشاہ نہیں ہوئے۔ بیشک درمیانی طبقہ کے لوگوں میں سے بھی بعض دفعہ انبیاء ہوتے رہے لیکن بادشاہ صرف چند ایک ہی ہوئے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام یا حضرت سلیمان علیہ السلام۔ مگر یہ بھی ایسے نہیں ہیں کہ کسی سلسلہ کے بانی ہوں۔ پھر دنیا کی اسی فیصدی آبادی غریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی کثرت کی دلجوئی رمضان کے ذریعہ کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ مت سمجھو کہ فاقہ کش کو خدا تعالیٰ نہیں مل سکتا اگر ایسا ہوتا تو رمضان کے نتیجہ میں کیوں ملتا۔ پس وہ غرباء جو سمجھتے ہیں کہ انکی عمر رائیگاں گئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں رمضان کے ذریعہ بتایا ہے کہ وہ انہی فاقوں میں سے گذر کر اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے فیوض حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ فاقہ میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کو نہ بھولیں اور اس کے متعلق اپنی زبان پر کوئی حرف شکایت نہ لائیں۔ اس کے مقابلہ میں روزہ امیر لوگوں کے لئے تقویٰ کے حصول کا ذریعہ اس طرح ہوتا ہے۔ کہ جب ایک انسان جس کے پاس کھانے پینے کے تمام سامان موجود ہوتے ہیں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے آپ کو فاقہ میں ڈالتا ہے اور خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کچھ نہیں کھاتا۔ اور جو حلال چیزیں خدا تعالیٰ نے اسے دی ہیں انہیں بھی استعمال نہیں کرتا۔ اس کے گھر میں گھی۔ گوشت۔ چاول وغیرہ کھانے کی تمام ضروریات موجود ہوتی ہیں۔ مگر وہ خدا تعالیٰ کے لئے انہیں ترک کر دیتا ہے تو اس کے دل میں خود بخود یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب میں نے حلال چیزوں کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے چھوڑ دیا ہے تو میں ان چیزوں کی کیوں خواہش کروں جنہیں خدا تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہوا ہے۔ اس طرح اس کے اندر ضبط نفس کی قوت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے قدم کو نیکیوں کے میدان میں بڑھاتا چلا جاتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۳۷۵ تا ۳۷۸)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے پر معارف کلام سے چند اشعار

ہمیں اُس یار سے تقویٰ عطا ہے نہ یہ ہم سے کہ احسانِ خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لِقا ہے
یہی آئینۂ خالق نما ہے یہی اک جوہرِ سیفِ دعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے اگرؔ یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

ؔ الہامی مصرعہ

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

تلاوت قرآن کریم کی اہمیت و فضیلت

تحریر: صفدر نذیر گولیکی (مربی سلسلہ احمدیہ)

اللہ تعالیٰ نے مومن کی ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں یعنی ایسی تلاوت جو اس کا حق ہے یہی لوگ حقیقی ایمان رکھتے ہیں۔ فرمایا

"اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتَابَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ" یعنی وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی وہ اس طرح تلاوت کرتے ہیں جو تلاوت کا حق ہے اور وہ اس پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔

قرآن کریم کی تلاوت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اور مومن کے لئے خاص طور پر باعث فضیلت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کے قابل رشک عمل کو یوں بیان فرمایا ہے۔

"لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ یَقُوْمُ بِهٖ آنَاءَ اللَّیْلِ وَ آنَاءَ النَّهَارِ۔

(مسلم باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمہ)

کہ تم کسی کے پاس مال کی کثرت دیکھ کر رشک نہ کرو اور نہ ہی کسی اور چیز کی فراوانی تمہیں رشک کی طرف ترغیب دے بلکہ رشک تو اس شخص پر کرنا چاہئے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ رات دن اس کی تلاوت میں مصروف رہتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے بکثرت تلاوت کرنے والے شخص کے بارہ میں فرمایا ہے۔ قرآن کریم کو بکثرت پڑھنا اور اس کی تلاوت کرنا بڑی پسندیدہ بات ہے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی تعریف کرتے ہوئے جس کا (بکثرت تلاوت کرنا شعار ہے) یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں کہ "یَتْلُوْنَ اٰیَاتِ اللّٰهِ" (بڑے ہی اچھے ہیں جو کہ) اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں (اتقان فی آداب تلاوت) پھر اللہ تعالیٰ نے توفیق و حالات کے مطابق تلاوت کی یوں ہدایت فرمائی: فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل آیت نمبر ۲۱) کہ جس قدر قرآن مجید میں سے میسر اور آسان ہو پڑھا کرو۔ یہاں لفظ قرآن میں یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ یہ وہ وحی الٰہی اور کتاب اللہ ہے جو تا قیامت بکثرت پڑھی جائے گی۔ چنانچہ زمین کے گول ہونے کی وجہ سے ہر وقت پانچوں فرض نمازیں اور ان کے علاوہ اشراق۔ چاشت تہجد اور دیگر نوافل ادا ہوتے رہتے ہیں جن میں ہر وقت ہر لحظہ قرآن کریم کی تلاوت ہوتی رہتی ہے۔ یہ قرآن مجید کی

فضیلت کا بے نظیر ثبوت ہے۔ جو دنیا کی کسی اور الہامی کتاب کو حاصل نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِقْرَءُ الْقُرْاٰنَ فَاِنَّہٗ یَلْقٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شفیعًا لِاَ صْحَابِہٖ (صحیح مسلم بحوالہ مشکوۃ صفحہ ۱۸۴ کتاب فضائل القرآن) حدیث کا پہلا حصہ اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ فرمایا کہ قرآن کریم پڑھا کرو کیونکہ قرآن مجید قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور تلاوت کرنے والوں کی شفاعت کرے گا۔ فرمایا

تُعَلّمُوْ الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْہُ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۷ کتاب فضائل القرآن) کہ قرآن کریم سیکھو اور اس کو پڑھتے رہو۔ نیز فرمایا

ترجمہ: "قیامت کے دن قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا۔ اور اسی طرح پڑھ جس طرح تو دنیا میں خوش الحانی اور عمدہ آواز سے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا۔ کیونکہ تیرا مقام سب سے آخری آیت کے پاس ہے جو تو پڑھے گا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۶ کتاب فضائل القرآن)

تلاوت قرآن کریم کی جو اہمیت ہے اس کا اندازہ اقرار بیعت سے بھی ہوتا ہے کہ "میں قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے میں کوشاں رہوں گا۔"

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے تلاوت کے علاوہ تدبر فی القرآن کی بھی تاکید فرمائی ہے فرمایا:

"سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔"

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۶)

تلاوت قرآن مجید کے آداب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاِذا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ :(النحل آیت نمبر ۹۹)

کہ جب بھی تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ لیا کرو پس سب سے پہلے تعوذ پڑھا جائے۔ تعوذ کے بعد بسم اللہ پڑھنی چاہئے

الجامع الصغیر میں ہے کُلُّ اَمْرٍ ذِی بَالٍ لَا یُبْدَاُ فِیہِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَقْطَعُ

(الجامع الصغیر جلد ۲ صفحہ ۹۱ کنوز الحقائق جلد ۲ صفحہ ۳۸)

یعنی جو کام بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے حضرت خلیفتہ المسیح الاول

...... فرماتے ہیں

"محی الدین ابن عربی نے اپنی فتوحات میں لکھا ہے کہ انکے استاد جو بڑے حافظ تھے۔ قرآن مجید کی روزانہ منزل قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھتے اور ساتھ ساتھ حروف پر انگلی بھی رکھتے تھے میں نے پوچھا حضور آپ تو حافظ ہیں فرمایا۔ اونچی آواز سے پڑھتا ہوں تو کان۔ زبان اور انگلیاں اس نیکی کے کام میں شامل ہوتی ہیں"

(درس حضرت مولانا نورالدین ...... صفحہ ۱۷۳ از یر پارہ ۱۵ ع)

قرآن کریم پڑھنے کے آداب میں یہ بھی فرمان الٰہی ہے۔ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ (طٰہٰ آیت:۱۱۵)

کہ قرآن کے ساتھ عجلت سے کام نہ لو۔ یعنی جلدی جلدی نہ پڑھا کرو۔ حدیث میں ہے

لَمْ یَفْقَهُ مَنْ قَرَءَ الْقُرآنَ فِی اَقَلِّ مِنْ ثُلَاثٍ　یعنی جس نے قرآن کریم کو تین رات سے کم میں پڑھا اس نے کچھ نہ سمجھا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱ کتاب فضائل القرآن)

قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے یہ بھی ہدایت ہے

"وَرَتِّلِ الْقرآنَ تَرتِیلاً" (المزمل: ۵) قرآن کریم کو ترتیل یعنی خوش الحانی اور صحت سے پڑھو فرمایا "لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُراٰنِ۔"

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۰ کتاب فضائل القرآن)

جو قرآن کریم کے ذریعہ دنیا سے مستغنی نہیں ہوتا وہ ہم میں سے نہیں۔ گویا قرآن مجید خدا کا متوکل بنا کر غیروں سے مستغنی کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی مراد ہے کہ جو خوش الحانی رقت اور سوز سے تلاوت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

اسی طرح فرمایا

زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱ کتاب فضائل القرآن)

کہ قرآن کریم کو اپنی آواز یعنی خوش الحانی سے مزین کرو۔

تلاوت قرآن مجید کی برکات

سورۃ بنی اسرائیل میں ہے۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا　(بنی اسرائیل ۷۹)

صبح کے وقت قرآن کے پڑھنے کو بھی (لازم سمجھ) صبح کے وقت (قرآن) کا پڑھنا یقیناً (اللہ کے حضور میں ایک) مقبول عمل ہے

بہترین انسان

فرمایا "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ" (بخاری کتاب فضائل القرآن)

یعنی تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ یعنی اس کی تلاوت کرنا سیکھے اس کے معانی اور تفاسیر سیکھے اس کے علم سے بہرور ہو اور دوسروں کو سکھائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ "ا" حَرْفٌ وَ "ل" حَرْفٌ "م" حَرْفٌ (مشکوۃ صفحہ ۱۸۶ کتاب فضائل القرآن)

جس نے قرآن مجید کا ایک بھی حرف پڑھا اس کو اس ایک نیکی کے بدلہ میں دس گنا اجر ملے گا۔ سنو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے (بلکہ ا ایک حرف ہے۔ اور ل (لام) ایک حرف ہے اور م ایک حرف ہے۔ گویا الم تین حروف پڑھنے سے ۳۰ نیکیوں کا ثواب مل جاتا ہے تو جو قرآن کا ایک حصہ پڑھے گا اس کو کتنا ثواب اور برکت حاصل ہوگی۔ خود اندازہ لگالیں۔

قرآن کریم شرف و عزت کا باعث ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ (الزخرف آیت نمبر ۴۵)

کہ یہ قرآن تیرے لیے بھی شرف و عزت کا موجب ہے اور تیری قوم کے لیے بھی اس لیے تلاوت کرتے ہوئے جتنا بھی عمل اور غور و فکر کا جذبہ پیدا ہوگا اتنا ہی ترقیات کا موجب ہوگا اور برکات حاصل ہونگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۸ کتاب فضائل القرآن)

کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو پڑھنے والی اور اس کی تعلیم پر عمل کرنے والی قوموں کو دین و دنیا میں رفعت اور ترقی عطا کرے گا اور دوسروں کو ذلیل و پست کریگا۔

حضرت مسیح پاک بانئی سلسلہ فرماتے ہیں۔

"جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ (کشتی نوح)

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے۔ کہ جس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن کی تلاوت نہیں کرتا وہ کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن خوشبو نہیں ہوتی اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کا عادی ہے گل ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے لیکن مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس فاجر کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا حَنظَل کی طرح ہے۔ جس میں مہک اور خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔"

قرآن سننے سے بھی برکت حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسمَعُوْنَ (انعام ع آیت نمبر ۳۷)

کہ ایمان اور عمل کی باتوں کو قبول کرنے کی توفیق انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو کلام الٰہی سنتے ہیں گویا تلاوت سننا بھی بابرکت ہے

دوگنا ثواب

احادیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم کو اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا اور کبھی کبھی زبان میں لکنت آ جاتی ہے اگر وہ شوق سے قرآن کریم کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دوگنا ثواب عطا فرمائے گا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ تلاوت میں ماہر ہے۔ وہ قیامت کے روز فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اور لکنت کی وجہ سے اس کا پڑھنا دشوار ہے۔ اس کے لئے دوگنا ثواب ہے۔

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجآء فی فضل قارء القرآن)

شیطان داخل نہیں ہوتا

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ نہ بناؤ اپنے گھروں کو قبریں یعنی مثل موتیٰ کے۔ غافل اور تارک الذکر مت بن جاؤ اور وہ گھر جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا۔

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب: ماجآء فی آخر سورۃ بقرہ)

خدا تعالیٰ کی حفاظت میں آنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے آیت الکرسی صبح کے وقت تلاوت کی ان آیات کی برکت سے شام تک وہ خدا کی حفاظت میں ہو گا اور جس نے شام کو آیت الکرسی تلاوت کی وہ صبح تک خدا کی حفاظت میں ہو گا۔

(ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی سورۃ البقرۃ)

فرشتوں کا نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سورہ دخان کسی رات میں تلاوت کی تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت مانگتے ہیں۔

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجآء فی سورۃ الدخان)

عذاب قبر سے نجات

فرمایا سورہ ملک کی تلاوت عذاب قبر سے نجات دیتی ہے

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجآء فی سورۃ الملک)

حق شفاعت ملے گا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور یاد کر لیا اور اس کے احکامات پر عمل کیا یعنی حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام۔ اس سبب سے اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں داخل کرے گا اور دس آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہو گی۔

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجآء فی فضل قارء القرآن)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

انسان کو چاہیئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے۔ جو اس دعا میں چاہا گیا ہے۔ جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے۔ جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی .... قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے شامل حال ہو قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چنتا ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک مقام کے

مناسب حال فائدہ اٹھائے۔

(الحکم قادیان ۳۱ جنوری ۱۹۰۴ء)

آئیں مساوات قائم کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... فرماتے ہیں۔

ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کی بیوی بچے رشتہ دار اور ہمسائے سب قرآن کریم کا ترجمہ جاننے والے ہوں۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم میں ایک ایسی دینی مساوات قائم ہو جائے گی جو جماعت کی روحانی ترقی کے لیے خاص طور پر مفید ہو گی اور جس کے نتیجہ میں خود بخود بدیوں کا استحصال اور نیکی کا قیام ہوتا چلا جائے گا........ ہر احمدی قرآن کریم کا ترجمہ جاننے لگے اگر ہم اس بات میں کامیاب ہو جائیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں مٹا نہیں سکتی۔ قرآن کریم ایک ذرہ ہے جس کو توڑنے کے لیے کوئی تلوار نہ آج تک بنی ہے اور نہ قیامت تک بن سکتی ہے..... اگر ہم میں سے ہر شخص سچے معنوں میں قرآن کریم کا حامل ہو اس کی تعلیم پر عمل کرتا ہو اور نور اس کے دل و دماغ میں سرایت کر چکا ہو۔ تو دنیا اسے کتنی ہی تلواریں مارے ٹوٹ جائیں گی مگر وہ اس دل کو نہیں توڑ سکیں گی جو خدا تعالیٰ کی محبت اور قرآن کریم کے معارف کا جلوہ گاہ ہو گا۔ کیونکہ وہ دل کے نور کا گھر ہو گا۔ اور خدا یہ پسند نہیں کر سکتا کہ وہ گھر برباد ہو جس گھر میں اس کا نور جلوہ گر ہو...... پس ایسا کرو کہ تم میں سے ہر شخص قرآن کریم کے ترجمہ اور اس کے مفہوم سے آگاہ ہو جائے ...... اسی طرح اتنی عورتوں کو قرآن پڑھا دیا جائے کہ ان کی وجہ سے ہر گھر قرآن کریم کا مدرسہ بن جائے"

(خطبات محمود عید الفطر جلد اول صفحہ ۲۵۳-۲۵۲)

قرآن کریم کی تلاوت کر کے یہ دعا کرنی چاہیئے۔

" اے اللہ قرآن کے ذریعہ مجھ پر رحم فرما اور میرے لیے مقتداء اور نور اور ہدایت اور رحمت بنا جو میں اس سے بھول گیا ہوں وہ مجھ کو یاد دلا اور جو میں نہیں جانتا وہ مجھے سکھا۔ اور اس کی تلاوت رات کی ساعتوں اور ان کے اطراف میں میرے نصیب کر اور اے دونوں جہاں کے پروردگار اسے میرے لیے حجت کر

خدا کرے کہ ہر احمدی مرد و زن اور بچے کو قرآن مجید سے انتہائی محبت اور پیار پیدا ہو جائے اور ہر شخص کو ناظرہ قرآن اور پھر اس کا ترجمہ یاد ہو جائے اور ہر شخص باقاعدہ ایک حصہ مقرر کر کے روزانہ تلاوت کرنے والا اور اس کے مطالب اور معارف پر نظر رکھنے والا ہو تا کہ ہم قرآن مجید کی برکات عالیہ کا مورد بن جائیں۔

راہ حق کے جاں نثار

حضرت مولوی عبدالرحمٰن .... کی سرگذشت

ایڈیٹر

پیکر صدق و وفا حضرت مولوی عبدالرحمٰن .... سرزمین کابل کے وہ اولین جاں نثار ہیں جنہوں نے راہ حق میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم و صحبت سے ایمان و معرفت کے ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے کہ آنے والے ابتلا میں استقامت کا شاندار نمونہ پیش کیا۔

آپ کا تعلق افغان منگل قوم سے تھا۔ اور حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف ...... رئیس اعظم خوست کے شاگرد رشید تھے۔ سید احمد نور کابلی ...... چشم دید واقعات میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مولوی عبدالرحمن ...... کو جو حضرت صاحبزادہ صاحب کے شاگرد تھے اور ان کو امیر کی طرف سے دو سو چالیس روپے ملتے تھے اور منگل قوم کے تھے چند اپنے شاگردوں کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف بھیجا اور اپنی بیعت کا خط بھی دیا اور میں نے بھی اپنی بیعت کا خط دے دیا اور آپ نے (حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف ..... ناقل) نے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کچھ خلعتیں تحفہ کے طور پر دیں کہ یہ آپ کی خدمت میں پہنچا دو پس مولوی صاحب موصوف مرحوم بیعت کے خطوط اور خلعتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد کچھ روز ٹھہرے اس کے بعد کچھ تصانیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ...... لے جا کر دیں اور اپنے مقام جو منگل میں چلے گئے۔"

(چشم دید واقعات صفحہ ۴)

سید احمد نور کابلی ..... کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن .... افغانستان کی منگل قوم سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف ...... کے شاگرد تھے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے حکم پر بیعت کا خط اور تحائف لے کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پہنچے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو الہام سرزمین کابل میں جان کا نذرانہ دینے والے ان کاملین کے بارہ میں ہوا وہ حضرت اقدس ؑ نے اپنی کتاب تحفہ بغداد (تالیف ۱۸۹۲ء) میں درج کیا ہے۔ الہام یہ تھا

"شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَ نُرِيْهِم اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ وَنُرِيْهِمْ جَزَآءَ الْفَاسِقِيْنَ۔"

(تحفہ بغداد روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۸)

یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اور زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مرنے سے بچ جائے گا یعنی ہر ایک کے لئے قضاو قدر در پیش ہے اور موت سے کسی کو خلاصی نہیں اور ہم انہیں ان کے ارد گرد اور خود ان کے نفوس میں اپنے نشان دکھائیں گے اور نافرمان لوگوں کی سزا انہیں دکھائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شَاتَانِ تُذْبَحَانِ الہام کی مندرجہ ذیل تشریح فرمائی۔

"یہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں محاورہ ہے کہ بے گناہ اور معصوم کو بکرے یا بکری سے تشبیہ دی جاتی ہے اور کبھی گائیوں سے بھی تشبیہ دی جاتی ہے سو خدا تعالیٰ نے اس جگہ انسان کا لفظ چھوڑ کر بکری کا لفظ استعمال کیا کیونکہ بکری میں دو ہنر ہیں وہ دودھ بھی دیتی ہے اور پھر اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور یہ پیشگوئی شہید مرحوم مولوی محمد عبداللطیف صاحب اور ان کے شاگرد عبدالرحمٰن کے بارہ میں ہے کہ جو براہین احمدیہ کے لکھے جانے کے پورے تیئس ۲۳ برس بعد پوری ہوئی ...... غرض چونکہ صاجزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کو ان دو صفتوں کی وجہ سے بکری سے بہت مشابہت تھی اور میاں عبدالرحمٰن بھی بکری سے مشابہت رکھتا تھا اس لئے ان کو بکری کے نام سے یاد کیا گیا۔" (تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۷۲-۷۳)

اس پیشگوئی کا ایک حصہ اس وقت پورا ہوا جب حضرت مولوی عبدالرحمٰن ...... حضرت اقدس ؑ کے پاس تشریف لائے اور کچھ تصانیف لے کر واپس گئے حضرت مسیح موعود ؑ فرماتے ہیں۔

"میاں عبدالرحمٰن شاگرد رشید ان کے قادیان میں شاید دو یا تین دفعہ آئے اور ہریک مرتبہ کئی کئی مہینہ تک رہے اور متواتر صحبت اور تعلیم اور دلائل سننے سے ان کا ایمان شہداء کا رنگ پکڑ گیا اور آخری دفعہ جب کابل واپس گئے تو وہ میری تعلیم سے پورا حصہ لے چکے تھے" (تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۸)

حضرت اقدس ؑ نے پیشگوئی کا ابتدائی حصہ پورا ہونے کا یوں ذکر فرمایا:

"کابل میں جا کر جا بجا انہوں نے ذکر شروع کیا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا درست نہیں کیونکہ وہ ایک کثیر گروہ مسلمانوں کے حامی ہیں اور کئی کروڑ مسلمان امن و عافیت سے ان کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ تب یہ خبر رفتہ رفتہ امیر عبدالرحمٰن کو پہنچ گئی ...... تب امیر یہ بات سن کر بہت برا فروختہ ہوگیا اور اس کو قید کرنے کا حکم دیا ...... تب اس مظلوم کو گردن میں کپڑا ڈال کر اور دم بند کر کے شہید کیا گیا۔" تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۸)

حضرت مولوی عبدالرحمٰن ...... کی شہادت کے بارہ میں اطلاع اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء میں "دارالامان کا ہفتہ کالم" میں یوں درج ہے۔

"ان سب کے علاوہ خوست غزنی سے حضرت اقدس ؑ کے ایک مخلص مرید مولوی عبدالستار صاحب مع اپنے تین رفیقوں کے تشریف لائے مولوی عبدالستار صاحب کی زبانی ہمیں معلوم کر کے از بس افسوس ہوا کہ ہمارے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک مخلص دوست مولوی عبدالرحمٰن صاحب جو اس علاقہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کا موجب ہوئے کسی ناخدا ترس کے اشارہ سے شہید کر دئے گئے انا لِلّٰہِ و انا الیہ راجعون۔ (الحکم نمبر ۴۳ جلد ۵ صفحہ ۱۵ کالم ۱-۲)

سید احمد نور کابلی ...... کے چشمدید واقعات میں ہے:

"امیر عبدالرحمٰن خاں کی طرف سے گورنر خوست کے نام حکم پہنچا کہ مولوی عبدالرحمٰن کو

باقی صفحہ ۴۱ پر

غزل

عیاں ہوں ذات سے جب ماورائے ذات کے رنگ
مثالِ برق چمکنے لگیں، حیات کے رنگ

جچے نظر میں جو اس جانِ کائنات کے رنگ
تو ماند پڑ گئے سب گلشنِ حیات کے رنگ

عجیب رنگ ہیں دنیائے بے ثبات کے رنگ
توہمات کے سائے، تصورات کے رنگ

فنا پذیر ہیں ہر لحظہ کائنات کے رنگ
فقط فریب نظر ہیں تعینات کے رنگ

یہ سبزہ زار، یہ گلشن، یہ ابر و باد بہار
ہیں تیری ذات کے مظہر تیری صفات کے رنگ

غبارِ دل جو ندامت کے اشک برسائے
مری نظر میں جھلکنے لگیں، نجات کے رنگ

مجھے تو خوف ہے بس شانِ بے نیازی کا
بدل نہ جائیں کہیں ان کے التفات کے رنگ

ہزار حیف کہ اخلاص کا چلن نہ رہا
نظر نظر میں جچے ہیں تکلفات کے رنگ

تمام عالمِ انسانیت ہے خون آلود
لہو کے رنگ میں ڈوبے ہیں شش جہات کے رنگ

ہماری عیش پرستی کا حشر کیا ہوگا
نظر نواز ہیں ہر سُو تعیشات کے رنگ

عیاں ہو کس طرح وحدانیت کا رنگ سلیمؔ
نہاں ہوں قلب میں جب ماورائے ذات کے رنگ

سلیمؔ شاہجہان پوری

تذکرہ "براہین احمدیہ" کے معاونین کا

ایک ضروری وضاحت

مرسلہ: قریشی محمد عبداللہ آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ

ماہ فروری ۱۹۹۸ء کے شمارہ میں جناب عاصم جمالی صاحب کا مضمون مذکورہ بالا عنوان سے شائع ہوا تھا۔ جس کے صفحہ ۱۱۶ پر (زیر نمبر ۱۳) میاں غلام قادر صاحب قادیان کا ذکر ہے کہ ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

میاں غلام قادر صاحب آف قادیان مکرم قریشی محمد عبداللہ صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ پاکستان و آڈیٹر مجلس انصار اللہ پاکستان کے دادا تھے۔ چنانچہ محترم قریشی صاحب کا نوٹ ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

رسالہ انصار اللہ شمارہ دسمبر ۱۹۹۷ء کے ایک مضمون میں بیان کیا گیا تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ شائع فرمائی تو اس کے ابتدائی خریداروں میں چند نام ایسے بھی تھے جنکا تعارف نہ ہو سکا۔ ان خریداروں میں آپ نے ایک نام غلام قادر صاحب قادیان کا بھی لکھا تھا۔

یہ میاں غلام قادر صاحب جو قادیان کے قدیمی باشندے تھے میرے سگے دادا تھے۔ میرے والد صاحب کا نام میاں شیخ محمد تھا۔ ہمارا خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ساتھ ہی وارد سرزمین قادیان ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ ہمارا مکان قادیان میں ۔۔۔اقصیٰ کے قریب تر محلّہ میں واقع ہے جو سکھوں اور ہندوؤں کی گلی میں سردار پرتاب سنگھ سردار بخشیش سنگھ اور ڈاکٹر گوربخش سنگھ کے مکان سے بالکل ملحق واقعہ ہے۔ دراصل ہماری حویلی کافی بڑی تھی لیکن سکھوں نے قادیان پر حملہ کے وقت اس کا کافی حصہ کاٹ کر اس پر پختہ مکان تعمیر کر لیا۔ چونکہ ان سکھ برادران کا والد صوبیدار لہنا سنگھ تھا اس نے اپنے اختیار سے یہ کام جبراً کر لیا تھا۔

میرے دادا صاحب نے کتاب براہین احمدیہ خود خرید کی تھی جو میری لائبریری میں تقسیم برصغیر تک موجود تھی۔ میرے دادا صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی بیعت ۱۸۸۹ء سے قبل ہی جوانی میں وفات پا گئے تھے میری دادی عالم بی بی صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت احمدیت قبول کی وہ حضرت اماں جان کی بڑی گہری سہیلی تھیں۔

میرے والدین حضرت میاں شیخ محمد قریشی اور میری والدہ حضرت صابرہ بی بی صاحبہ کو بھی حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کے رفیق ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

میری پیدائش تو ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۳ء کی ہے اور میں حضرت خلیفۃ المسیح اول ..... کی دعا کا ثمرہ ہوں مجھ سے پہلی اولاد وفات پا جاتی رہی۔ چنانچہ جب مجھ سے پہلا لڑکا چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گیا تو حضرت والد صاحب نے حضور کی خدمت میں اطلاع دی کہ حضور آپ میرے بچے کا علاج بھی فرماتے رہے مگر وہ مشیت ایزدی سے وفات پا گیا ہے اب حضور میری ہونے والی اولاد کیلئے دعا فرما دیں کہ وہ صحت مند ہو اس پر حضور نے اسی وقت اپنا سر نیچے کر کے دعا فرمائی اور پھر آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میاں صبر کریں اب جو بچہ تمہیں اللہ دے گا وہ انشاء اللہ لمبی عمر والا ہو گا۔ چنانچہ جب میں پیدا ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل .... نے میرا نام محمد عبداللہ رکھا۔ بلکہ اس عرصہ میں جو بچے احباب کے ہاں پیدا ہوئے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی آپ نے محمد عبداللہ ہی رکھا۔ یہ خاکسار سال ۱۹۴۰ء سے خدمات صدر انجمن احمدیہ مسلسل سرانجام دیتا چلا آ رہا ہے۔

حضرت مولانا محبوب عالم صاحب..... کے بارہ میں چند ضروری امور کی وضاحت

انصار اللہ کے شمارہ ستمبر اکتوبر ۱۹۹۸ء میں حضرت مولانا محبوب عالم صاحب .... کی سیرت و سوانح پر جو مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کے متعلق چند امور کی وضاحت دی جا رہی ہیں قارئین نوٹ فرمالیں۔

(۱) حضرت مولوی صاحب کی بیعت کے بارہ میں اوائل ۱۸۹۷ء کی بیعت میں "اوائل" درست نہیں آپ کی اہلیہ محترمہ کی ایک ڈائری (جو اب ملی ہے) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب نے لاہور جا کر بیعت کی لیکن سال کا تعین نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں آپ کی بیعت کا اندراج اخبار البدر ۱۸ فروری ۱۹۰۵ء میں نمبر ۱۳ پر ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ تاریخ سے پہلے آپ احمدیت قبول کر چکے تھے۔

(۲) شمارہ ستمبر کے صفحہ ۲۰ پر حضرت مولوی صاحب کے ساتھ متعدد افراد کے بیعت کرنے کا ذکر ہے کہ ان سب افراد نے دستی بیعت کی تھی جو درست نہیں آپ کے ساتھ قاضی فیروز الدین صاحب...... نے قادیان جا کر دستی بیعت کی تھی۔ باقی بعض احباب کی تحریری بیعت ہے اور بعض نے حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد بیعت کی۔

(۳) ماسٹر امیر عالم صاحب آف کوٹلی کے بارہ میں ان کی مخالفت کے باعث حضرت مولوی صاحب نے یہ الفاظ کہ "امیر عالم آپ احمدی ہو گئے" فرمائے تھے یہ الفاظ ایک نشان کا رنگ رکھتے تھے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ماسٹر امیر عالم صاحب احمدی ہوئے۔

(۴) حضرت مولوی صاحب کی تاریخ وفات ۴ جنوری ۱۹۲۴ء کی روایت ان کے بھتیجے میاں فیروز عالم صاحب آف چک پیرانہ ضلع گجرات کی ہے۔ جنہوں نے حضرت مولوی صاحب کی تکفین و تدفین کی سعادت پائی۔ (ادارہ)

"بسلسلہ مسیح ہندوستان میں"

سیّاح نبی

حضرت مسیح علیہ السلام کا سفر بلاد کشمیر و متفرق مقامات

تحقیق و تحریر: مظفر چوہدری

(۱۰)

حضرت مسیح علیہ السلام کے مختلف بلاد و امصار کے طویل سفروں کا ذکر گذشتہ شماروں میں کیا جا چکا ہے۔ اب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحقیق "مسیح ہندوستان میں" کی روشنی میں سیاح نبیؑ کا سفر بلاد کشمیر و متفرق مشرقی مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"........ حضرت مسیحؑ نے بڑی عقلمندی سے افغانستان کا راہ اختیار کیا تا اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں جو افغان تھے فیضیاب ہو جائیں۔ اور کشمیر کی مشرقی حد ملک تبت سے متصل ہے اسلئے کشمیر میں آ کر بآسانی تبت میں جا سکتے تھے۔ اور پنجاب میں داخل ہو کر ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ قبل اس کے جو کشمیر اور تبت کی طرف آویں ہندوستان کے مختلف مقامات کا سیر کریں۔ سو جیسا کہ اس ملک کی پورانی تاریخیں بتلاتی ہیں یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیحؑ نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہو گا اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔ چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے۔ اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہونگے اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتدا میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہو گا اور چونکہ وہ ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے اس لئے یہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل اختیار کر لی ہو گی۔ اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی ہی اولاد ہوں۔ مگر افسوس کہ افغانوں کی قوم کا تاریخی شیرازہ نہایت

درہم برہم ہے اس لئے ان کے قومی تذکروں کے ذریعہ سے کوئی اصلیت پیدا کرنا نہایت مشکل امر ہے۔ بہر حال اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ افغان بنی اسرائیل میں سے ہیں جیسا کہ کشمیری بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ اور جن لوگوں نے اپنی تالیفات میں اس کے بر خلاف لکھا ہے انہوں نے سخت دھوکا کھایا ہے اور فکر دقیق سے کام نہیں لیا۔ افغان اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ قیس کی اولاد میں سے ہیں اور قیس بنی اسرائیل میں سے ہے۔ خیر اس جگہ اس بحث کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنی ایک کتاب میں اس بحث کو کامل طور پر لکھ چکے ہیں۔ اس جگہ صرف حضرت مسیحؑ کی سیاحت کا ذکر ہے جو نصیبین کی راہ سے افغانستان میں ہو کر اور پنجاب میں گذر کر کشمیر اور تبت تک ہوئی۔ اسی لمبے سفر کی وجہ سے آپ کا نام نبی سیاح بلکہ سیاحوں کا سردار رکھا گیا۔ چنانچہ ایک اسلامی فاضل امام عالم علامہ یعنی عارف باللہ ابی بکر محمد بن محمد ابن الولید الفہری الطرطوشی المالکی جو اپنی عظمت اور فضیلت میں شہرہ آفاق ہیں اپنی کتاب سراج الملوک میں جو مطبع خیریہ مصر میں ۱۳۰۶ء میں چھپی ہے یہ عبارت حضرت مسیحؑ کے حق میں لکھتے ہیں جو صفحہ ۶ میں درج ہے "این عیسیٰ رُوح اللّٰہ و کلمتہ راس الزاھدین و امام السائحین۔" یعنی کہاں ہے عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ جو زاہدوں کا سردار اور سیاحوں کا امام تھا یعنی وہ وفات پا گیا ہے اور ایسے ایسے انسان بھی دنیا میں نہ رہے دیکھو اس جگہ اس فاضل نے حضرت عیسیٰ کو نہ صرف سیاح بلکہ سیاحوں کا امام لکھا ہے۔ ایسا ہی لسان العرب کے صفحہ ۴۳۱ میں لکھا ہے قیل سُمّی عیسیٰ بمسیح لانّہ کان سائحًا فی الارضِ لا یستقرّ۔ یعنی عیسیٰؑ کا نام مسیح اس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتا رہتا تھا اور کہیں اور کسی جگہ اس کو قرار نہ تھا۔ یہی مضمون تاج العروس شرح قاموس میں بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح وہ ہوتا ہے جو خیر اور برکت کے ساتھ مسح کیا گیا ہو یعنی اس کی فطرت کو خیر و برکت دی گئی ہو۔ یہاں تک کہ اس کا چھونا بھی خیر و برکت کو پیدا کرتا ہو۔ اور یہ نام حضرت عیسیٰؑ کو دیا گیا اور جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ یہ نام دیتا ہے۔ اور اس کے مقابل پر ایک وہ بھی مسیح ہے جو شر اور لعنت کے ساتھ مسح کیا گیا یعنی اس کی فطرت شر اور لعنت پر پیدا کی گئی یہاں تک کہ اس کا چھونا بھی شر اور لعنت اور ضلالت پیدا کرتا ہے اور یہ نام مسیح دجال کو دیا گیا۔ اور نیز ہر ایک کو جو اس کا ہم طبع ہو اور یہ دونوں نام یعنی مسیح سیاحت کرنیوالا اور مسیح برکت دیا گیا یہ باہم ضد

نہیں ہیں اور پہلے معنے دوسرے کو باطل نہیں کرسکتے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی یہ بھی عادت ہے کہ ایک نام کسی کو عطا کرتا ہے اور کئی معنے اس سے مراد ہوتے ہیں اور سب اس پر صادق آتے ہیں۔"

("مسیح ہندوستان میں" روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۷۰-۷۱)

حضرت مسیح علیہ السلام لاہور میں

مکرم پیام شاہجہانپوری صاحب نے لیوی ڈولنگ (Levi Dowling) کے حوالے سے جس نے چالیس برس کی چھان پھٹک کے بعد اپنی تحقیق THE AQUARIAN GOSPEL کے نام سے شائع کی ہے۔ مسیح علیہ السلام کے سفر لاہور کی مندرجہ ذیل روداد بیان کی ہے:

حضرت مسیحؑ نیپال سے مغرب کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں آپؑ کو تاجروں کا ایک قافلہ ملا جو تبت سے کشمیر کے راستے لاہور جارہا تھا' اس قافلے میں بعض ایسے لوگ بھی شامل تھے جو حضرت مسیحؑ سے تبت میں ملاقات کرچکے تھے اور وہاں آپؑ نے جو روحانی انقلاب برپا کیا تھا اس کا بھی مشاہدہ کرچکے تھے۔ اس قافلے کے لوگوں کو بھی حضرت مسیحؑ نے تبلیغ کی۔ قافلے کے لوگ حضرت مسیحؑ سے ملاقات کرکے اور آپؑ کے نصائح سن کر بہت متاثر ہوئے۔ اس تاریخی دستاویز میں بتایا گیا ہے کہ جب قافلے کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت مسیحؑ لاہور جارہے ہیں اور ان کے پاس سواری نہیں ہے تو انہوں نے اعلیٰ نسل کا ایک اونٹ آپؑ کی نذر کیا' اس پر عمدہ عماری رکھی اور دوسرا ضروری سازو سامان دے کر اپنے ساتھ شریک سفر کرلیا اس طرح حضرت مسیحؑ اپنی زندگی کی طویل ترین مسافرت میں شاید پہلی بار ایک آرام دہ سواری پر بیٹھ کر عازم سفر ہوئے۔

حضرت مسیحؑ جب لاہور پہنچے تو "A jai nin" (اجے نند) نے بہت سے پروہتوں کی معیت میں آپؑ کا نہایت پرتپاک استقبال کیا اس طرح لاہور کی سرزمین کو خداوند تعالیٰ کے ایک عظیم پیغمبر کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ لاہور میں حضرت مسیحؑ جب تک مقیم رہے "اجے نند" ہی آپؑ کی میزبانی کا فرض ادا کرتا رہا۔ اجے نند کو حضرت مسیحؑ نے دین کے بہت سے اسرار و رموز سکھائے۔ آپؑ نے اسے بتایا کہ انسان کس طرح آگ' پانی اور زمین کے ماحول پر قابو پاسکتا ہے۔ جناب مسیحؑ نے اجے نند کو وہ روحانی طریقے تعلیم کئے جنہیں اختیار کرکے انسان میں اپنے دشمنوں کو معاف کردینے کا حوصلہ پیدا ہوجاتا ہے اور وہ گناہوں کو دھوڈالتا ہے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیحؑ اجے نند کے ساتھ ایک مندر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ڈیوڑھی کے پاس سے ایک طائفہ گزرا' یہ لوگ کھیل تماشے کرکے اور گابجا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ گانے والوں کا یہ طائفہ

مندر کے پاس پہنچ کر رک گیا اور اپنے فن کا مظاہرہ کرنے لگا۔ حضرت مسیحؑ نے اجے نند کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ گانا جو آج تم نے سنا ہے ان خام کارلڑکوں کی اپنی تخلیق نہیں اور نہ اسے ان کی غیر معمولی ذہانت کا شاہکار کہنا درست ہو گا اگر یہ ہزار سال بھی مشق کرتے رہتے تو بھی سازو آواز میں یہ کمال حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ فرمایا "یاد رکھو تمام چیزیں قانون قدرت کے تسلسل کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ آج سے دس ہزار سال قبل انسان نے پرندوں کی مدھر آوازیں سنی تھیں یہ اس کی پہلی درسگاہ تھی یہیں سے اس نے نغمہ و موسیقی کا شعور حاصل کیا۔" اس کے بعد دستاویز میں بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے ان کے گانے کی تعریف کی اور پھر انہیں بھی تبلیغ فرمائی۔

لاہور کے دوران قیام میں حضرت مسیحؑ نے بہت سے بیماروں کو صحتیاب کیا اور اہل لاہور کو قیمتی نصائح فرمائیں دستاویز کی رو سے "لاہور کے عوام الناس کو اپنے پیغام کی تبلیغ کی" آپؑ نے نصیحت فرمائی کہ اگر تم اپنی زندگی میں کوئی بہتر نتیجہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو ایک دوسرے کی مدد کرو۔ آپؑ نے فرمایا کہ ہم اس لئے امیر نہیں کہ ہمارے پاس بے حساب دولت ہے بلکہ ہماری اصل دولت تو وہی ہوتی ہے جو ہم دوسروں میں بانٹ دیتے ہیں بس وہی ہمارے حساب میں درج ہو گی۔ فرمایا کہ اگر تم مکمل، بھرپور اور مثالی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو اپنے آپ کو نوع انسانی کی خدمت کے لئے وقف کر دو اور اپنی زندگی اس طرح گزارو جیسے کمتر طبقے کے لوگ گزارتے ہیں یعنی غرباؤ مساکین۔

حضرت مسیحؑ نے لاہور میں بہت طویل مدت نہیں گزاری بلکہ کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد اپنے میزبان اور عقیدت مندوں کو خدا حافظ کہا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر عازم سفر ہو گئے۔"

بحوالہ: مسیح کا سفر زندگی از پیام شاہجہانپوری

" The Aquarian Gospel of Jesus The Christ, " by Levi Dowling Ch. 37 PP. 67 - 68
Seventh edition, 1920 published by L.N. Fowler and company,
Ludgate Circus, London, E.C.4

حضرت مسیحؑ کی کشمیر میں آمد کے بارے میں قدیم ریکارڈ میں ذکر

قراقرم ہائی وے پر چیلاس ایک مشہور مقام ہے۔ حضرت بانیؑ سلسلہ عالیہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:

"...... ایسا ہی چلاس اور کابل کے درمیان جو پہاڑ ہیں جنوب کی طرف شرقاً غرباً ان کے

باشندے بھی اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔"

("مسیح ہندوستان میں" روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۹۴)

چلاس میں دریا کے کنارے ایک پہاڑی پر آرامی رسم الخط کی ہندی شاخ کچھ تحریریں ہیں۔ اس چٹان کے ایک حصے پر ایک سٹوپے کے نیچے ایک شخص کھڑا دکھایا گیا ہے اور اس کے نیچے "شیوا" تحریر ہے۔ اوپر ایک اور تصویر ہے جسے ماہرین اثریات نے یوں پڑھا:

God is a mahesvara of vareamaha ساتھ "راحولا" کا سٹوپا بنا ہوا ہے۔

شیوا اور مسیحؑ

راج ترنگنی میں جو کشمیر کی قدیم تاریخ ہے لکھا ہے: (Book I verse:38)

ترجمہ: اس ملک جسے کیساوا اور عیسانا نے چکرا بھرت اور وجے عیسیٰ کے طور پر سراہا ہے اور ایسا ہی اور شکلوں میں بھی، تل برابر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی تیرتھ نہ ہو۔

"محققین کے نزدیک "عیسانا" شیوا کو کہتے تھے اور شیوا سے منسوب مندروں اور تیرتھوں کے ناموں کے آخر میں "عیسیٰ" اضافت کے طور پر آتا تھا۔

اس کے علاوہ راج ترنگنی میں "عیسانا" یا آیشان دیو" کشمیر کے راجہ سندیمان کے گورو کا نام بیان ہوا ہے۔ جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

راج ترنگنی میں لکھا ہے:

(انگریزی سے ترجمہ:) سندھی متی نے اس قبرستان میں جہاں اس کا جسم اکٹھا کیا گیا تھا "سمدھی سوارا" (نامی مندر) تعمیر کرنے کے بعد اپنے گورو عیسانا کے نام پر ایک شیوا (لنگ) عیسوارا کے نام سے تعمیر کرایا۔"

یعنی "ایش ایشور" نامی تیرتھ عیسانا دیو کے لئے تعمیر کرایا گیا تھا۔

مندرجہ بالا حوالے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "عیسیٰ نا" (آجکل بھی عیسیٰ کو عیسن لکھا اور بولا جاتا ہے مثلاً کروڑ لعل عیسن) اور شیوا ایک وجود نہیں بلکہ دو الگ الگ وجود ہیں اور کشمیر میں آپس میں مل جل گئے ہیں۔ عیسانا کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ وہ سری نگر کے پاس موضع ایش براری میں رہتا تھا۔ ادھر بھوشیہ پران میں مسیح علیہ السلام کا یہ قول درج ہے: "ایش کی مورتی پردے میں پراپت ہونے کے، کارن میرا عیسیٰ مسیح یہ نام مشہور ہے۔"

چونکہ شیوامت کا غلبہ کشمیر میں عیسانا یعنی عیسیٰ کے بعد ہوا اس لئے وہ تمام مقامات جو عیسیٰ سے منسوب تھے اور جن کے آخر میں عیسیٰ آتا تھا آپ سے ہی منسوب رہے اور ان کے آخر میں بدستور "عیسیٰ" آتا رہا جس کا اقرار جدید محققین کو بھی ہے۔ بعد ازاں یہ مقامات شیواجی سے منسوب کر دیئے گئے۔ اور بعض کو وشنومت والوں نے وشنو سے منسوب کر دیا۔

راجہ شالباہن۔ گورکھ ناتھ راجہ رسالو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اکثر محققین نے راجہ شالباہن کا زمانہ پہلی صدی عیسوی تجویز کیا ہے۔ عوامی روایات کے مطابق یہ سیالکوٹ کا حکمران تھا اور پورن بھگت اس کا بیٹا تھا جو راجہ رسالو بھی کہلاتا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کو بارہ برس تک ایک کنویں میں قید رکھا اور آخر گورو گورکھ ناتھ کا گذر ادھر سے ہوا تو اس نے راجہ رسالو کو آزاد کروایا راجہ رسالو گورکھ نارتھ کا حواری بن گیا۔ اور شالباہن بھی گورگھ ناتھ جی کا معتقد ہو گیا۔ جہلم کے قریب بالناتھ کے ٹیلے کو گورکھ ناتھ کا استھان کہا جاتا ہے۔ ایسے ہی چنیوٹ اور ربوہ کے درمیان ایک پہاڑ پر گورکھ ناتھ کا استھان بنا ہوا ہے۔

ہندو کتاب بھوشیہ پران کے مندرجہ ذیل حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ راجہ شالباہن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی معتقد تھا:

ایک بار شک دیش کا راجا شالباہن ہمالہ کی چوٹی پر گیا

تو اس طاقتور راجہ نے ہون دیش کے بیچ میں پہاڑ پر بیٹھے ہوئے ایک گورے رنگ والے سفید کپڑے پہنے ہوئے پاک انسان کو دیکھا۔

راجا نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں۔ وہ خوش ہو کر بولا۔ میں کماری کے گربھ سے پیدا ہوا خدا کا بیٹا ہوں۔

میں ملیچھ دہرم کا اپدیش اور ستیہ برت کا دہارن کرنے والا ہوں۔ یہ سن کر راجہ نے کہا۔ آپ کون سے دہرم کو مانتے ہیں۔

وہ بولا مہاراج ملیچھ دیش میں ستیہ کے ناش ہونے اور مریادا کے ٹوٹ جانے سے میں مسیح روپ میں پرگٹ ہوا ہوں۔

ملیچھوں کے بیچ میں ایشامسی بھینگر پرگٹ ہوئی۔ میں اس کو ملیچھوں سے پراپت کر کے مسیح بھاو کو پراپت ہو

گیا۔

میں نے ملیچھوں میں جو دہرم ستھاپن کیا ہے۔ ہے راجن! اسے آپ سے سنئیے۔ دیہہ میں رہنے والے نیک و بد و چار روپی مل سے یگت من کو نرمل کرے

ادہک نرمل ویدک جپ کو گرہن کر کے اس کا جپ کرے اور انسان نیائے اور ستیہ بانی کو من سے ایکاگر کر کے

دہیان سے منڈل میں دبا پک ایش کی پوجا کرے۔ پربھو ساکھشات اچل ہے اور موریہ ہمیشہ چلا یمان ہے۔

پربھو چلا یمان تتوں کا چاروں طرف سے آکرشن کرنے والا ہے۔ ہے راجن! اس کرم سے مسیحا ناش کو پراپت ہوگئی۔

نتیہ شدہ تہتا کلیان کاری۔ ایش کی مورتی پردے میں پرابت ہونے کے کارن میرا عیسیٰ مسیح یہ نام مشہور ہے۔

بحوالہ: صفحہ ۹، ۱۰ پنڈت منسارام جی کرت بھوشیہ پران کی آنوچنا انوادک لکشمن آریو پدیشک پرکاشک۔ آریہ سماج قصور پرکاشک و آریہ ساہیہ پسکالیہ نئی سڑک دہلی۔ ہندوستان پرنٹنگ پریس

گورکھ ناتھ کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ اس نے اپنی عمر کا ایک حصہ ہرمز (ایران) ایک حصہ پنجاب ایک حصہ ہندوستان میں اور ایک حصہ نیپال میں گذارا۔ گورکھا علاقوں میں کافی عرصہ گذارنے کے باعث وہ گورکھ ناتھ کہلایا یعنی گورکھ علاقے کا بزرگ اس کی اصلیت کے بارے میں سردست کچھ کہنا مشکل ہے۔

(بحوالہ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجیز اینڈ ایتھکس زیر لفظ گورکھ ناتھ)

عیسیٰ ناتھ

بندھیا چل میں "ناتھ جوگی" ایک ہندو فرقہ ہے ان کے پاس ایک کتاب "ناتھ ماموبولی" نام سے ہے اس میں لکھا ہے:

"عیسیٰ ناتھ کو اپنے ہم وطنوں نے ہاتھوں اور پیروں میں کیل لگا کر سولی پر چڑھا کر مارنے کی کوشش کی اور مردہ سمجھ کر قبر میں رکھ دیا۔ مگر عیسیٰ ناتھ نے قبر سے نکل کر آریہ دیس میں فرار اختیار کیا اور کوہ ہمالیہ کے دامن میں خانقاہ قائم کی اور خانیار سری نگر میں ان کی سمادھی ہے۔ (بحوالہ: ماہنامہ پتر اپوہ ۱۹۳۶ء۔ بنگالی)

(جاری)

درویش صفت خادم سلسلہ

محترم صوفی خدا بخش عبد زیروی کا ذکر خیر

مرسلہ: کریم اللہ زیروی یو ایس اے

میرے والد محترم صوفی خدا بخش زیروی صاحب مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۹۸ء کو وفات پا گئے ان کی وفات کی خبر سنتے ہی بیتے ہوئے سارے واقعات آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح گذرنے لگے۔ گذشتہ کئی سالوں سے تقریباً ہر سال باقاعدگی سے انگلستان کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے لنڈن آ رہے تھے اور ان سے لنڈن میں ملاقات ہو جاتی تھی۔ جلسہ سے کئی ماہ قبل ہمارے چھوٹے بھائی حبیب الرحمٰن کو کہنا شروع کر دیتے تھے کہ میں نے لنڈن جلسہ پر جانا ہے انتظام شروع کر دو۔ حسب سابق اس سال بھی وفات سے چند ماہ قبل جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے لنڈن جانے کا پروگرام بنائے بیٹھے تھے۔ ہم نے سوچ بچار کر کے یہی فیصلہ کیا کہ جلسہ اور سفر کی مشقت برداشت کرنا اب ابا جان کے لئے مشکل ہو گا اس لئے بہتر ہو گا کہ اس سال لنڈن نہ آئیں۔ اس طرح جلسہ میں شرکت تو نہ کر سکے البتہ جس دن جلسہ سالانہ لنڈن میں شروع ہوا یعنی ۳۱ جولائی بروز جمعہ ابا جان اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا۔ اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ نے حضور انور کی خدمت میں جو آخری خط ۹ جولائی ۹۸ء کو لکھا اس کی ابتداء تھی جلسہ سے محرومی کا ذکر۔ آپ نے لکھا.... سیدی! حضور کا یہ دیرینہ خادم آجکل معمول سے زیادہ کمزوری محسوس کر رہا ہے اور سب سے بڑا افسوس یہ ہے کہ امسال حضور کی خدمت میں جلسہ لنڈن پر حاضر نہیں ہو سکونگا۔ اس محرومی کا بہت ہی احساس ہے

آپ یکم مارچ ۱۹۱۱ء کو زیرہ ضلع فیروز پور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا بچپن سے ہی عبادات سے دلی لگاؤ تھا۔ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے تھے۔ آپ کی ساری عمر خدا تعالیٰ کے فضل سے نماز۔ روزہ اور خدمت دین کرتے ہوئے گذری۔ گھر میں سب سے پہلے خود احمدی ہوئے پھر والدین اور بعد میں چھوٹے بھائیوں کو بھی احمدی کیا۔ والد صاحب نے اپنے بچپن اور قبول احمدیت کے مختصر حالات لکھے تھے جو ہدیہ قارئین

ہیں۔

خود نوشت حالات۔بچپن اور قبول احمدیت آباؤ اجداد سکھوں سے مسلمان ہوئے تھے۔ دادا جان کا نام میاں فتح الدین تھا جو والد میاں گوہردین صاحب زیروی کی چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ دادی صاحبہ نے زیرہ میں دوسری شادی کر لی تھی اور والد صاحب زیرہ میں اپنے ماموں میاں رانجھا کے پاس رہنے لگے۔ یہ لوگ وہابی تھے جس کا اثر میاں گوہردین پر بھی پڑا۔ آپ میاں محمد لکھو کے والوں کی کتاب احوال الاخرۃ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت امام مہدی کے بارہ میں نشانات خوب یاد تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دوستوں (جن میں سے ایک محلہ کا قاضی اور دوسرا محلہ کے چوہدری کا بیٹا تھا) سے مل کر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں قادیان جانے کا ارادہ کیا لیکن محلہ کے چوہدری نے روک دیا۔ والد صاحب کی شادی ایک عالم اور بزرگ میاں نظام الدین صاحب کی لڑکی امام بی بی صاحبہ سے ہوئی۔ ان کے پہلے دو بچے فوت ہو گئے تو میاں نظام الدین صاحب نے جنگل میں جا جا کر دعائیں کیں جس کے بعد اس عاجز کی پیدائش ہوئی اور خدا بخش نام رکھا گیا۔ قرآن شریف والدہ سے اور ابتدائی لکھائی پڑھائی اور حساب والد صاحب سے سیکھا جب بڑا ہو گیا تو والد صاحب نے پوچھا کہ پڑھنا ہے یا بکریاں چرانی ہیں کیونکہ ہمارے ایک عزیز بزرگ بکریاں چرایا کرتے تھے میں نے کہا کہ بکریاں چرانی ہیں۔ جس پر والدین نے ۵۰ روپے کی ۶ بکریاں لے دیں اور مجھے اس بزرگ کے ساتھ ملا دیا۔ چند ماہ بکریاں چراتا رہا سخت دھوپ لگتی تو دعا کرتا کہ خدایا بارش برسا تو بارش ہو جاتی اور پھر سردی لگنے لگتی تو دعا کرتا کہ خدایا دھوپ کی ضرورت ہے تو دھوپ نکل آتی۔ اس طرح چند ماہ گذرے۔ سب بکریاں بیماری کے باعث مر گئیں جس پر مجھے سکول داخل کر دیا گیا۔

سکول میں عربی پڑھنا شروع کی تو قادیان کے پیر حبیب احمد صاحب ابن پیر افتخار احمد صاحب لدھیانوی بطور عربی ٹیچر مقرر ہوئے۔ ہم سب غیر احمدی لڑکوں نے کہا کہ ہم نے تو "مرزائی" مولوی سے نہیں پڑھنا لیکن باوجود اس کے وہ پڑھاتے رہے اور پھر بعد میں دوست بھی بن گئے ہماری ہمسائیگی میں چوہدری علی شیر صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ تھے اکثر والدہ صاحبہ کے پاس آجاتے اور ان سے تبلیغی باتیں کرتے۔ ان کے گھر سے الفضل لیکر بھی پڑھ لیا کرتا تھا جس کا مجھ پر اچھا اثر تھا۔

غالباً ۱۹۲۶ء میں جب رسالہ "ورتمان اور رنگیلا رسول" کے ایڈیٹر کو غازی علم دین شہید نے قتل کر دیا تو اس کو سزا ہوئی۔ اس دوران اتحاد بین المسلمین کی تحریک چلی تو حضرت مصلح موعود....... نے اس بارہ میں ایک

عظیم الشان خطبہ دیا جو پورے کا پورا مولانا ظفر علی صاحب کے اخبار "زمیندار" نے شائع کیا۔ یہ اخبار ہمارے پاس آتا تھا۔ میں نے یہ سارا پڑھا میرے ایک دوست چوہدری عبدالکریم نے بھی پڑھا۔ جس کا ہم پر بہت اثر ہوا اور ہم نے بھی ارادہ کیا کہ ہم بھی یہ تحریک زیرہ میں چلائیں۔ اسکا اسقدر اثر ہوا کہ ہماری مسجد (میں اس وقت احمدی نہیں تھا) کے مولوی نے جو کہ احمدیت کا سخت مخالف تھا ہماری تحریک کے نتیجہ میں احمدیہ (البیت) میں جاکر ایک مشترکہ اجلاس میں حصہ لیا اور آخر فیصلہ ہوا کہ مسلمانوں کی دکانیں کھلوائی جائیں۔ مسلمان وکیل منگوایا جائے اور ایک عظیم الشان جلسہ کیا جائے جس میں تمام فرقوں کے مولوی صاحبان بلائے جائیں۔ چنانچہ قادیان سے حضرت مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری کو بلایا گیا۔ میں نے ان کی تقریر سنی تو مجھ پر بہت اثر ہوا اس پر ہم دونوں دوستوں (میں اور عبدالکریم صاحب) نے ارادہ کیا کہ اس دفعہ قادیان کے جلسہ سالانہ پر جائیں۔ چنانچہ خاکسار ۱۹۲۷ء کے جلسہ پر گیا لیکن میرے دوست عبدالکریم صاحب نہ گئے۔

میں نے سید دلاور شاہ بخاری احمدی ایڈیٹر مسلم آوٹ لک انگریزی اخبار کے استقبال کا نظارہ دیکھا۔ جو کہ غازی علم الدین شہید وغیرہ کے مقدمات کے سلسلہ میں قید سے رہا ہو کر آئے تھے۔ اور اسی طرح حضرت حافظ جمال احمد صاحب ...... کی بطور مبلغ ماریشس کی روانگی کا نظارہ دیکھا۔ اسی طرح ان دنوں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس ...... پر دمشق میں قاتلانہ حملہ ہوا تھا اسکی خبر سنی پھر جلسہ سالانہ کا نظارہ دیکھا اور حضرت مصلح موعود ...... کی شاندار تقریریں سنیں جس کا مجھ پر گہرا اثر ہوا لیکن میں نے بیعت نہ کی اور واپس آکر اپنی مسجد اہلحدیث میں ہی نماز کے لئے چلا گیا۔ تو میرے دوست مجھے مسجد میں لے کر بیٹھ گئے کہ تم قادیان کیوں گئے تھے۔ میں نے کہا میں تو صرف دیکھنے گیا تھا میں نے بیعت تو نہیں کی۔ اس پر ایک نابینا نوجوان (جو میرے والد صاحب سے قرآن شریف حفظ کیا کرتا تھا) نے کہا کہ اسے اندر حجرہ میں لے چلیں وہاں لے جاکر پوچھتے ہیں کہ یہ قادیان کیوں گیا تھا۔ میں انکی نیت کو بھانپ گیا کہ ان کی نیت پھینٹی لگانے کی ہے میں وہاں سے کھسک آیا اور اس کے بعد میں نے اور میرے چھوٹے بھائی کریم بخش مرحوم نے احمدیہ (البیت) میں نماز کے لئے جانا شروع کر دیا۔ چنانچہ مارچ ۱۹۲۸ء میں خاکسار نے میٹرک کا امتحان دیا جون جولائی میں قادیان مدرسہ احمدیہ میں پڑھنے کے لئے آ گیا اور داخلہ لے لیا اور ۲۰ اگست ۱۹۲۸ء کو بروز جمعہ بیت اقصیٰ کے محراب میں حضرت مصلح موعود ...... کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جبکہ خاکسار کے ساتھ ہی بخارا روس کے دو احباب نے بھی بیعت کی۔ (یہ دونوں چھریوں کی دھار تیز کرنے کا کام کرتے تھے اور اپنے وطن سے ادھر آئے ہوئے تھے)

میرے والد ماجد تین بھائی تھے آپ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ دوسرے نمبر پر کریم بخش صاحب زیروی اور تیسرے نمبر پر رحیم بخش صاحب زیروی تھے۔ سب بھائی "صوفی" کے نام سے پکارے جاتے تھے صوفی کا لفظ کیسے لگا اور کیوں لگا اس کا علم مکرم و محترم جناب ثاقب زیروی صاحب کے آرٹیکل سے ہوا جو انہوں نے اباجان کی وفات پر ہفت روزہ "لاہور" میں لکھا۔ وہ اباجان کے متعلق لکھتے ہیں:

"ابتداء سے وہ بڑے نستعلیق اور صوفی منش تھے۔ "میٹرک" پاس کرنے کے بعد انہوں نے ہاتھ میں چھڑی (سوٹی) رکھنی شروع کر دی تھی اور ہم جو پانچویں چھٹی کے طالب علم تھے انہیں "صوفی صاحب" کہہ کر پکارتے تھے جس پر ان کی برہمی دید کی ہوتی تھی۔ "نوبت ایں جا رسید" کہ انہوں نے ہم میں سے ہر ایک کے والدین سے جاکر شکوہ کیا اور انہوں نے ہمیں منع کیا کہ جب وہ پسند نہیں کرتے تو تم انہیں صوفی کیوں کہتے ہو۔ اس پر ہم نے طرز تخاطب میں کچھ تبدیلی کر لی یعنی پہلے صوفی صاحب ہی کہتے مگر فوراً بعد معذرت کر لیتے"

غرض اس طرح اباجان کا نام صوفی خدا بخش بن گیا اور ان کے طفیل باقی دونو بھائیوں کے نام کے ساتھ بھی "صوفی" کا لفظ لگ گیا۔

جب میں نے ہوش سنبھالا تو آپ کا نام "صوفی خدا بخش عبد زیروی بن چکا تھا اور چھڑی آپ کے لباس کا ایک حصہ بن چکی تھی سیالکوٹ میں جامع احمدیہ کبوتراں والی کے قریب رہتے تھے اور پھر ۴۶-۴۷ء میں ہم لاہور آ گئے لاہور میں کچھ عرصہ دہلی دروازہ البیت کے سامنے کے علاقہ میں رہے اور پھر محمد نگر میں رہنا شروع کر دیا اس وقت اباجان Army Clothing Factory میں بطور Civilian Worker کام کرتے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں یورپین کی ایک گروپ فوٹو میں بھی اباجان پگڑی اور شیروانی پہنے ہاتھ میں چھڑی اور سلسلہ کی ایک کتاب پکڑے کھڑے ہیں۔

ہندوستان کی تقسیم کے بعد امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ..... نے تحریک کی کہ قادیان کی حفاظت کے لئے نوجوان چاہئیں تو اباجان فوراً جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ حالانکہ لاہور میں اس وقت حالات بہت خراب تھے۔ قتل و غارت جاری تھی۔ ٹرینیں بند تھیں یا اکا دکا چلتی تھیں۔ کئی روز تک روزانہ اسٹیشن پر جاتے رہے کہ قادیان جا سکیں مگر ناکامی ہوتی۔ اس طرح کئی روز کی ناکامی کے بعد جنوری ۱۹۴۸ء میں آپ قادیان چلے گئے۔ چھ ماہ تک قادیان میں بطور درویش رہے پھر واپس لاہور آ گئے۔ اور پہلے والی ملازمت اختیار کر لی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ کی لاہور سے مری تبدیلی ہو گئی۔ چنانچہ ہم سب مری گئے۔ مری جانے

سے قبل ابا جان نے زندگی وقف کر دی تھی مری گئے ابھی ایک دو ماہ بھی نہ گذرے تھے کہ مری سے ربوہ کے لئے روانہ ہو گئے شاید ربوہ جلدی پہنچنا بہت ضروری سمجھتے تھے کیونکہ باوجود اس کے مری میں بارشوں کی وجہ سے راستہ بند تھا فیملی کو لے کر ربوہ کے لئے چل دئے۔ ایک طرف سے بس پر جانا تھا اور پھر کافی لمبا پہاڑی علاقہ پیدل چل کر دوسری طرف سے دوسری بس لینی تھی والدہ صاحبہ دادی جان کے علاوہ تین بچے ساتھ تھے اس وقت میں ۸ سال کا تھا۔

ربوہ میں خدمت سلسلہ ربوہ میں پہلی رہائش کچی بیرکس میں کی۔ ہر طرف گرد و غبار تھا۔ اور پینے کا پانی بہت نمکین۔ ابا جان کی تقرری بطور واقف زندگی کے دفتر کمیٹی آبادی ربوہ تحریک جدید میں ہوئی۔ ۶۔۷ سال آپ نے تحریک جدید میں مختلف دفاتر وکالت مال۔ وکالت تجارت اور دفتر کمیٹی آبادی میں کام کیا اس دوران کچھ کچے مکانات بن چکے تھے اس لئے ہم بیرکس سے ایک دو کمرہ کے کچے مکان میں سٹیشن کے سامنے کے محلہ میں آ گئے تھے۔ اس زمانہ میں ابا جان نے اپنے محلہ میں مختلف جماعتی عہدوں پر کام کیا اور اسی طرح البیت مبارک جو کہ نور ہسپتال کے ساتھ تھی اس میں جاری کردہ پرائمری سکول میں بچوں کو پڑھاتے بھی رہے۔ کچھ عرصہ آپ کو دفتر امانت صدر انجمن احمدیہ میں خدمت کا موقع ملا۔ جون ۵۵ء میں امی جان امتہ الکریم صاحبہ اپنے والد بابو عبدالغنی صاحب انبالوی جو ان دنوں بیمار تھے کی تیمارداری کے لئے بمعہ بچگان لودھراں چلی گئیں۔ امی جان کو ابھی لودھراں گئے صرف ایک ماہ ہی ہوا تھا کہ وہ ۲۳ جولائی ۵۵ء کو (ہیضہ کے باعث) ۳۷ سال کی عمر میں وفات پا گئیں جنازہ کی تدفین امانتاً لودھراں میں ہوئی بعد میں بوجہ موصیہ ہونے کے بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی خاکسار اس وقت ۱۵ سال کا تھا اور سب سے چھوٹا بھائی بشارت صرف ایک سال کا تھا۔

والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد آپ نے بڑی ہمت سے کام لیا بڑی ذمہ داری سے بچوں کی نگرانی اور پرورش بطور باپ کے ہی نہیں بلکہ بطور ماں کے بھی کی سب بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی ایم ایس سی تک تعلیم دلا کر تینوں بیٹیوں کی شادیاں واقفین زندگی سے کیں۔ اسی طرح تینوں بیٹوں کو بھی اعلیٰ تعلیم دلائی۔

ابا جان کو دفتر امانت میں کام کرتے ہوئے تقریباً دو سال گذرے تھے کہ حضرت مصلح موعود .... نے وقف جدید تحریک کا اجراء کیا۔ ابا جان نے دوبارہ زندگی وقف کرنے کی درخواست حضرت مصلح موعود ...... کی خدمت میں پہنچا دی جو حضور نے منظور کر لی۔ اس طرح ابا جان کی تقرری دفتر وقف جدید میں ہو گئی۔ چنانچہ ۱۹۵۸ء سے لے کر ۱۹۹۲ء یعنی ریٹائر ہونے تک تقریباً ۳۵ سال وقف جدید میں بطور انسپکٹر وقف جدید نائب ناظم

ارشاد۔ نائب ناظم مال اور آڈیٹر کے کام کیا۔ آپ بیس سال تک مجلس وقف جدید کے سیکرٹری بھی رہے۔ اسی طرح نائب قائد تحریک جدید بھی خدمت کا موقع ملا۔

سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کو ابا جان سے خاص محبت تھی اکثر مجالس میں ابا جان کا مختلف رنگ میں ذکر کرتے اور ابا جان اس سے بہت محظوظ ہوتے۔ جلسہ سالانہ ۹۱ء پر قادیان میں حضور نے ابا جان کو جزیرہ وینو ویٹا میں مبلغ بھی نامزد کیا۔

ابا جان وقت پر نمازیں ادا کرنے کے عادی تھے۔ تقریباً ساری عمر تمام نمازیں (البیت) میں جا کر ادا کرتے رہے۔ بلکہ ان کو یہ خاص شوق تھا کہ پانچوں نمازیں ہر روز ربوہ کی مختلف مساجد میں ادا کریں۔ اور آخری عمر تک اکثر و بیشتر وہ ایسا ہی کرتے رہے۔ ابا جان خط بہت لمبے لکھتے تھے اکثر خطوط ۱۵، ۲۰ صفحات پر مشتمل ہوتے۔

آپ بہت خوش مزاج خوش اخلاق ملنسار تھے بچے جوان بوڑھے سبھی سے آپ کا تعلق تھا اور آپ ان سے مل کر خوش ہوتے۔ ہمیشہ مسکراتے ہوئے چہرہ سے لوگوں سے ملتے اور ملنے والوں کے چہروں پر بھی آپ سے ملکر مسکراہٹ پیدا ہو جاتی۔

ابا جان بہت صفائی پسند تھے۔ ہمیشہ صاف ستھرے کپڑے پہنتے۔ پگڑی شیروانی تقریباً ساری عمر پہنی ابا جان کی شخصیت اور لباس ایک انگریز آرٹسٹ کو بھی پسند آگیا۔ اور اس نے آپ کی پورٹریٹ بنائی۔ ایک سال جلسہ سالانہ پر عزیز حبیب الرحمن صاحب لنڈن کے ایک علاقہ سے گزر رہے تھے کہ ایک گھر کی کھڑکی سے اسے ایک پاکستانی لباس یعنی شیروانی اچکن پہنے ہوئے شخص کی بڑی پورٹریٹ نظر آئی۔ انگریز گھر میں ایسی پورٹریٹ دیکھ کر اسکو حیرانی ہوئی۔ اور یہ حیرانی اور بھی بڑھ گئی غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو ابا جان کی پورٹریٹ ہے۔ گھر کی مالکہ سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اسے ان کی شخصیت اور لباس بہت پسند آیا اس لئے اس نے Request کر کے ان کی پورٹریٹ بنائی ہے اور مختلف نمائشوں میں اس پورٹریٹ کو رکھ چکے ہیں جب اس پورٹریٹ کو اپنے لئے مانگا تو اس نے ایک بہت خطیر رقم مانگی۔ لباس کی نفاست کے ساتھ ساتھ آپ ایک درویش صفت صوفی منش نیک دل اور صاف باطن انسان تھے۔

ہر کہ ترکِ خود کند یابد خدا　　　چیست وصل از نفسِ خود گشتن جُدا

جو خودی کو ترک کرتا ہے وہ خدا کو پا لیتا ہے وصل کیا چیز ہے اپنے نفس سے الگ ہو جانا

بلا تبصرہ

مرسلہ: ریاض محمود باجوہ (شعبہ تاریخ احمدیت)

آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے

جناب ڈاکٹر زاہد اشرف صاحب مدیر المنبر فیصل آباد اپنے ایک اداریہ بعنوان "کھوئی ہوئی آزادی پانے کی راہ" کے عنوان سے تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"تاریخ انسانی کے بے مثل انتظامی سربراہ، منفرد حکمران اور ہر دور کی حقیقی و سچی ...... ریاست کے فرمانرواؤں کے لئے قابل تقلید شخصیت، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا:

متی استعبدتم الناس و قد ولدتھم امھاتھم احراراً

تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنالیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا۔

درحقیقت آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ ایسا حق جو خالق کون و مکاں کا ودیعت کردہ ہے۔ کسی بھی انسان کو یہ استحقاق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے مالی، اقتصادی، سیاسی، سماجی، معاشرتی یا حکومتی اثر و رسوخ اور اقتدار کے بل بوتے پر اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو اپنا غلام یا تابع فرماں بناتا پھرے۔ ایسا کرنا انسانیت کی توہین ہے، تذلیل ہے۔ اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے بہت سے انسانوں کو چند بالادست انسانوں کی غلامی میں دھکیلا نہیں جاسکتا، ان پر اپنے خود ساختہ قوانین نافذ نہیں کئے جاسکتے۔ انہیں اپنے کھینچے ہوئے دائروں میں مقید نہیں کیا جاسکتا۔ انہیں اپنی حد بندیوں کا اسیر نہیں بنایا جاسکتا۔ ان کی سوچ پر پہرے نہیں بٹھائے جاسکتے اور ان کے اعمال پر قدغنیں نہیں عائد کی جاسکتیں۔ ہر دوسرے فرد کی آزادی کا احترام، ہر شخص کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ اس کا عدم احترام مشکلات کو جنم دیتا ہے، مسائل کو پروان چڑھاتا ہے اور اذہان و قلوب میں نفرتوں کی تخم ریزی کرتا ہے۔

فرد کی آزادی کے اس تصور کا ہو بہو اطلاق اقوام کی آزادی پر بھی ہوتا ہے۔ کسی قوم کی خواہشات کے برعکس اسے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھنا بنیادی انسانی حقوق کی سنگین ترین خلاف ورزی ہے۔ ایسی خلاف ورزیاں اگر کرہ ارض پر وسیع پیمانے پر جاری رہیں اور توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کرتے ہوئے دوسری اقوام

کو اپنا محکوم بنانے کا عمل تسلسل سے برقرار رہے تو ہر سو لاشوں کے انبار نظر آنے لگتے ہیں' آگ اور خون کی ہولی کھیلی جانے لگتی ہے اور انسانیت کے زخم لاتناہی ہونے لگتے ہیں۔ آج ہم دنیا کے کئی ایک خطوں سے ایسے ہی ان گنت زخموں سے رستا ہوا خون اور چور چور بدن دیکھ رہے ہیں.........

آج ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم آزاد ہونے کے باوجود آزاد نہیں ہیں۔ ہم نے نہ صرف غیراللہ کی حکمرانی کا سکہ اپنے دلوں پر جما لیا بلکہ اپنے ہی جیسے انسانوں کے آقا و مالک اور حکمران بننے کی جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ احکامات الٰہیہ کی بجائے امریکہ اور برطانیہ' عالمی بنک اور آئی ایم ایف کے احکامات ہمارے لئے فائق قرار پاگئے۔ ہم نے اسلامی نظام سیاست کی تشکیل اور اسلامی طرز سیاست کے فروغ کی بجائے مغرب کے ملعون نظام جمہوریت کو اپنایا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے اکثر سیاستدانوں میں انسانیت نام کی چیز ناپید ہونے لگی۔ اخلاق و کردار اور نجابت و شرافت کا ان کے ہاں جنازہ اٹھنے لگا۔ دیانت و امانت کا فقدان اس خطہ زمین کو جھلستے ہوئے ریگزاروں میں بدلنے لگا۔ کرپشن اور بد عنوانیوں کی ہو شربا داستانوں نے ہمارے اجتماعی ضمیر کو موت کی نیند سلا دیا۔ سنگینی احوال اس سے زیادہ اور کیا ہو گی کہ اربوں ڈالر ڈکار لئے بغیر ہضم کرنے پر بھی پیشانی پر عرق ندامت کی ایک بوند تک نظر نہیں آتی۔ ہمارے سیاست دانوں کی بد کرداریوں اور بد عنوانیوں نے ہمیں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ یہ سوئس بینکوں کی داستانیں' یہ بیرون ملک کروڑوں ڈالر کی جائیدادیں اور یہ لاکھوں ڈالر کے زیورات' کسی بھی زندہ قوم پر مسلط رہنے والے سیاستدانوں اور قائدین کو گوشہ گمنامی میں دھکیلنے یا قانونی موت کی وادی میں اتارنے کے لئے کافی ہوتے' لیکن ہماری بد قسمتی کی انتہا تو دیکھئے کہ یہ قائدین نہ صرف میدان سیاست میں موجود ہیں بلکہ حصول اقتدار کو آج بھی اپنی منزل بنائے ہوئے مصروف جدوجہد ہیں۔"

(پندرہ روزہ "المنبر" فیصل آباد ۱۰ تا ۲۴ اگست ۱۹۹۸ء صفحہ ۵-۶)

شیطانی راہیں

جناب حکیم افتخار یوسف زئی صاحب اپنی ایک تحریر بسلسلہ "سورہ انعام" تحریر کرتے ہیں۔

"تو جب ان پر ہمارا عذاب آتا رہا۔ وہ کیوں نہ عاجزی کرتے رہے۔ مگر ان کے تو دل ہی سخت ہو گئے تھے۔ اور جو کام وہ کرتے تھے شیطان ان کو ان کی نظروں میں آراستہ کر دکھاتا تھا۔" ۴۳

پہلی امتوں نے اپنے پیغمبروں کا کہنا نہ مانا اور خدا کی نافرمانی کی تو رب جلیل نے ان پر سختیاں اور تکالیف نازل

کیں تا کہ وہ اللہ کے عذاب سے خوف کھائیں اور اسے خود سے دور کرنے کے لئے صدق دل سے گریہ و زاری کریں، عاجزی اختیار کریں اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور لوٹ آئیں اس کی طرف۔

لیکن وہ قومیں شیطانی راہوں سے نہ ہٹیں، اور رسوا کن نتیجہ بھگتا۔ آج ہم بھی انہی راہوں پر چل رہے ہیں۔ ہم میں سے اکثر محسوس بھی کرتے ہیں کہ خدا کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں لیکن سیدھی راہ پر چلنے کی کوشش پھر بھی نہیں کرتے۔ ہر ہر لمحہ لہو ولعب، عیاشی و فحاشی، جھوٹ، مکرو فریب، غرض کسی نہ کسی برائی میں گزارتے ہیں۔ بد قسمتی سے ہم بھی آج زندگی کے ہر رخ کو شیطان کے ذہن اور آنکھ سے دیکھنے لگے ہیں۔ شیطان ہر بدی کو اس خوبصورتی سے پیش کرتا ہے کہ ہمیں اپنا ہر فعل خوبی و نیکی اور ہر جھوٹ اور مکرو فریب سچ نظر آتا ہے۔ ہم برائی کو برائی نہیں سمجھتے کیونکہ جدیدیت کے اس شیطانی دور میں ہم ہر معاملہ میں ترقی پسندی کے قائل ہیں۔ چاہے وہ منفی ہی ہو اسے حاصل کرنے کے لئے ہمیں گراوٹ کی آخری حد تک گرنا اور عزت و ناموس کو بھی داؤ پر لگانا پڑے تو ہم تیار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اب صرف اور صرف دولت دنیا ہی متاع زیست ہے۔ یہی نظریہ ہمیں مکمل تباہی و بربادی کی طرف لے جا رہا ہے۔

(پندرہ روزہ "المنبر" فیصل آباد ۲۴ اگست تا ۷ دسمبر ۱۹۹۸ء صفحہ ۲۳-۲۴)

سن ۱۹۹۹ء --- دن معلوم کرنے کا آسان طریقہ

جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
۲۰	۱۶	۱۶	۵	۷	۳	۵	۸	۴	۶	۱۶	۴

جس تاریخ کا دن معلوم کرنا ہو اس تاریخ میں اس مہینے کا نمبر جمع کر کے ۷ پر تقسیم کر دیں اگر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو اس دن جمعہ ہو گا۔ اگر ایک بچے تو ہفتہ دو بچے تو اتوار تین بچے تو سوموار چار بچے تو منگل پانچ بچے تو بدھ اور اگر چھ بچے تو جمعرات کا دن ہو گا۔ مثلاً ۲۸ فروری ۱۹۹۹ کا دن معلوم کرنا ہے تو ۲۸ فروری کا نمبر ۱۶ جمع کریں تو حاصل جمع ۴۴ ہو گا اب اس کو ۷ پر تقسیم کریں تو باقی ۲ بچے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ ۲۸ فروری ۱۹۹۹ء کو اتوار کا دن ہو گا۔

مرسلہ: محمد اقبال بشیر کوارٹرز صدر انجمن احمدیہ دار الصدر شرقی ربوہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۹۸-۶-۲۵ بمقام امریکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی درج ذیل دعا احباب جماعت کو کثرت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَمَالِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ (ترمذی کتاب الدعوت)

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا طلبگار ہوں اور اس کی محبت چاہتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور ایسے عمل کی (توفیق) چاہتا ہوں جس سے تیری محبت تک رسائی ہو- اے اللہ تو اپنی محبت میرے لئے میری جان میرے مال میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ محبوب بنادے اور ٹھنڈے پانی کی (دلی) خواہش اور تمنا سے بھی بڑھ کر تیری محبت مجھے زیادہ عزیز ہو-

احباب جماعت اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور اسے اپنی دعاؤں میں شامل کرلیں-

بقیہ از صفحہ ۲۱ :-

گرفتار کیا جاوے ...... جب مولوی عبد الرحمٰن کو علم ہوا تو وہ چھپ گئے اور اس کے بعد دوبارہ حکم ہوا کہ اس کا مال و اسباب ضبط کیا جاوے اور تمام اہل و عیال کو یہاں بھیج دیا جاوے- جب مال و اسباب ضبط ہوگیا اور اس کے تمام اہل و عیال کو کابل بھیجا گیا تو عبد الرحمٰن شہید خود امیر کے پاس چلا گیا- ..... امیر نے ان سے کتابیں لے کر ان کو قید میں بھیج دیا" (صفحہ ۵)

حضرت مولوی عبد الرحمٰن .... کی قید و بند کی صعوبتیں اور راہ حق میں جان کا نذرانہ دینا ایک عظیم الشان قربانی ہے- کہ آپ نے صدق و وفا اور استقامت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا-

صادق آں باشد کہ ایام بلا مے گذارد با محبت با وفا

ایک شبہ کا ازالہ یہاں ایک شبہ اور غلط فہمی کا ازالہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے- ماہنامہ انصار اللہ کے صد سالہ جوبلی نمبر شمارہ مارچ ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۱۴ پر حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب کے ذکر میں ولد ظہیر الدین صاحب موضع دھوبیاں ضلع پشاور لکھا گیا ہے- جو تاریخی ریکارڈ کے مطابق درست نہیں اس کا ازالہ الحکم نمبر ۴۳ جلد ۵ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء سے بوضاحت ہو جاتا ہے- کیونکہ الحکم کے اس ایک ہی پرچہ میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب کی شہادت کا ذکر ہے اور دوسرے کالم میں بیعت کے عنوان کے تحت نمبر ۱۲ پر مولوی عبد الرحمٰن صاحب ولد ظہیر الدین صاحب موضع دھوبیاں ضلع پشاور کا ذکر ہے- جس سے واضح ہے کہ نومبر ۱۹۰۱ء میں بیعت کرنے والے مولوی عبد الرحمٰن صاحب اور افغان قبیلہ منگل کے شہید مولوی عبد الرحمٰن ...... الگ الگ بزرگ ہیں-

Monthly **Ansarullah** Rabwah

EDITOR : NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. No. CPL – 92 December 1998

دعا اور ابتلاء

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

غرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلاء پر ابتلاء آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلاء بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سِرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔ کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ کبھی گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور بے صبری اور بے قراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کبھی بھی خیال نہ کرنا چاہئے کہ میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک امر کے لئے دعا کرتا ہے۔ مگر وہ دعا اس کی اپنی ناواقفی اور نادانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی ایسا امر خدا تعالیٰ سے چاہتا ہے جو اس کے لئے کسی صورت سے مفید اور نافع نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو تو رد نہیں کرتا لیکن کسی اور صورت میں پورا کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک زمیندار جس کو ہل چلانے کے لئے بیل کی ضرورت ہے۔ وہ بادشاہ سے جا کر ایک اونٹ کا سوال کرے اور بادشاہ جانتا ہے کہ اس کو دراصل بیل دینا مفید ہوگا۔ اور وہ حکم دیدے کہ اس کو ایک بیل دے دو وہ زمیندار اپنی بیوقوفی سے کہہ دے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی۔ تو اس کی حماقت اور نادانی ہے۔ لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کے لئے یہی بہتر تھا۔ اس طرح پر اگر ایک بچہ آگ کے سرخ انگارے دیکھ کر ماں سے مانگے تو کیا مہربان اور شفیق ماں یہ پسند کرے گی کہ اس کو آگ کے انگارے دیدے۔ غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بے صبری اور بدظنی سے کام لیتے ہیں وہ اپنی دعا کو رد کرا لیتے ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۷۰۷-۷۰۸)